مرزا قادیانی کی بیوی نصرت جہاں

(شادی، ناجائز اولاد، حکیم نورالدین سے تعلقات اور بہت کچھ)

مفتی سعد کامران

ناشر

ختم نبوت ﷺ اکیڈمی و اسلامک سنٹر (ملکہ گجرات)

مرزا قادیانی کی بیوی نصرت جہاں

جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی دوسری بیوی نصرت جہاں 1865ء میں پیدا ہوئی۔ نصرت جہاں کی جب 17 نومبر 1884ء میں مرزا غلام احمد قادیانی سے شادی ہوئی تو اس کی عمر 19 سال اور مرزا غلام احمد قادیانی کی عمر 44 سال تھی۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اس وقت مردانہ صلاحیت سے محروم تھے۔ اور ان کی جو پہلی اولاد 15 اپریل 1886ء کو پیدا ہوئی۔ وہ ناجائز تھی۔

اس ضمن میں چند حوالہ جات درج ذیل ہیں۔ جن سے نصرت جہاں سے شادی کے وقت مرزا غلام احمد قادیانی کا نامرد ہونا اور پہلی اولاد عصمت کا ناجائز ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

حوالہ نمبر 1:

مرزا غلام احمد قادیانی کی نصرت جہاں سے شادی "17 نومبر 1884ء" کو ہوئی۔

(سیرت حضرت اماں جان، احمد طاہر مرزا: صفحہ 3)

(عکس دیکھیں صفحہ 18)

حوالہ نمبر 2:

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

"جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔"

(مکتوبات احمد: جلد 2 صفحہ 27، مکتوب نمبر 15، مکتوب بنام حکیم نور الدین)
(عکس دیکھیں صفحہ 19)

حوالہ نمبر 3:

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

"ایک ابتلاء مجھ کو اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا۔۔ میری حالتِ مردمی کالعدم تھی۔ اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا۔"

(تذکرہ: صفحہ ~~98~~ 108، الہام نومبر 1884ء) *(عکس دیکھیں صفحہ 20)*

مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ نامردی شادی کے بعد 14 مہینے تک دور نہ ہو سکی۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حوالے سے معلوم ہوتا ہے۔

حوالہ نمبر 4:

قادیانی جماعت قادیان کے صدر ملک صلاح الدین نے 13 جلدوں پر مشتمل ایک کتاب "اصحاب احمد" لکھی جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کے مریدین کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے اس کتاب کی پہلی جلد 1951ء میں قادیانی جماعت قادیان کی طرف سے شائع ہوئی۔

اس کتاب کی 13ویں جلد میں لکھا ہے:

"مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ، حافظ صاحب سے روایت کرتے ہیں: حضرت مسیح موعود نے (گویا نومبر 1884ء میں) ایک روز مجھے فرمایا: میاں حامد علی! سفر پر جانا ہے۔ چنانچہ یکہ کرایہ پر لیا۔ جب خاکروبوں کے محلہ کے قریب پہنچے تو مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب سے فرمایا کہ میں دہلی شادی کرنے کے لیے جارہا ہوں۔ وہیں رخصتانہ اور ولیمہ ہو گا۔ یہ بات کسی کو نہ بتائیں۔ میں جا کر خط لکھوں گا۔ اس وقت سلطان احمد کی والدہ کو بتا دینا تا کہ میری واپسی تک وہ رو دھو بیٹھے۔

میں حضور کی یہ بات سن کر سخت حیرت زدہ ہو گیا، کیونکہ مجھے بخوبی معلوم تھا کہ حضور اس وقت ازدواجی زندگی کے قابل نہ تھے۔ اور عرصہ سے میں مختلف حکیموں اور طبیبوں سے نسخے معلوم کر کے نوٹ کیا کرتا تھا۔ اور حضور کو کھلاتا تھا لیکن کسی کا بھی اثر نہ ہوتا تھا۔

مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب کی موجودگی میں تو میں نے اپنے تئیں بمشکل ضبط کیا لیکن نہر کے پل پر پہنچے تو عرض کیا: آپ کی حالت آپ پر اور نہ مجھ پر مخفی ہے۔ پھر آپ نے شادی کا کیوں ارادہ فرمایا ہے؟ فرمایا کہ آپ کی بات درست ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ چل تو میں چلتا ہوں۔ اس جواب پر میں کیا عرض کرتا۔ سو میں خاموش ہو گیا۔

دہلی میں حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ہاں پہنچے تو بیٹھک میں مجھے ٹھہرایا گیا۔ چند روز قبل ہی بیوی صاحبہ (حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ) ایام سے پاک ہوئی تھیں۔ گھر پر ہی رخصتانہ عمل میں آیا۔ رخصتانہ کی رات میں نہایت بیقرار تھا کہ کیا ہو گا۔

چنانچہ شدتِ اضطراب کی وجہ سے میری نیند کافور ہوگئی۔ اور میں رات بھر حضور کے لیے نہایت تضرع سے دعا میں مصروف رہا۔ صبح کی اذان ہوئی تو حضور میرے پاس تشریف لائے اور ہم نے نماز فجر ادا کی، جس کے بعد فرمایا۔

آؤ!لال قلعہ کی طرف سیر کر آئیں۔ چنانچہ راستہ میں خود ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی پردہ پوش اور باوفاہے کہ رات بیوی صاحبہ کو پھر ایام شروع ہوگئے اور ہمیں چھٹی ہوگئی۔ چنانچہ اسی حالت میں حضور حضرت ام المومنین کو لے کر قادیان تشریف لے آئے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت میر صاحب نے حضور کو لکھا کہ آپ لڑکی کو چھوڑ جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھجوا کر لکھا کہ مجھے تصنیف کے کام کی وجہ سے فرصت نہیں، آپ آکر لے جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آکر لے گئے۔ پھر دو تین ماہ بعد حضور کو لکھا کہ آپ آکر بچی کو لے جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھیج دیا اور لکھا کہ آپ آکر چھوڑ جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آکر چھوڑ گئے۔ حضرت ام المومنین کے اخلاقِ عالیہ قابل تعریف ہیں کہ آپ نے اپنے والدین کے ہاں اور سہیلیوں سے اس بارہ میں کوئی شکوہ نہیں کیا۔

میں حضور کے علاج میں پہلے ہی مصروف تھا۔ بیوی صاحبہ کی واپسی پر آٹھ دس ماہ گزر گئے لیکن علاج بے اثر رہا۔ "

(اصحابِ احمد: جلد 13 صفحہ 31،32)

(عکس دیکھیں صفحہ 21،22)

حوالہ نمبر5:

مرزا غلام احمد قادیانی اگر اگلے دن بھی قادیان پہنچے ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ 18 نومبر کو قادیان پہنچے۔اب اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "نصرت جہاں" کب اپنے میکے گئی تو اس کا جواب بھی ہمیں قادیانیوں کی کتابوں سے ملتاہے قادیانیوں کے تیسرے خلیفہ مرزاناصر احمد کی بیٹی امتہ الشکور نے نصرت جہاں کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے۔جس میں یوں لکھاہے:

"قادیان پہنچنے کے بعد نصرت جہاں 1 مہینے کے بعد دہلی گئی۔"

(سیرت حضرت اماں جان،صاحبزادی امتہ الشکور:صفحہ 4)
(عکس دیکھیں صفحہ 23)

حوالہ نمبر6:

جب نصرت جہاں میکے گئی تو 3 مہینے دہلی میں رہی۔

(اصحابِ احمد:جلد13 صفحہ 32) (عکس دیکھیں صفحہ 24)

یعنی 18 دسمبر 1884ء سے لے کر 3 مہینے نصرت جہاں اپنے والد کے گھر میں رہی۔اور یہ تاریخ 18 مارچ 1885ء بنتی ہے۔

حوالہ نمبر7:

18مارچ1885ء کو نصرت جہاں واپس قادیان آئی اور مرزاغلام احمد قادیانی اس کے بعد 10 مہینے تک نامرد رہے۔یعنی 18 جنوری 1885ءتک مرزاغلام احمد قادیانی نامرد تھے۔

(عکس دیکھیں صفحہ 25) (اصحابِ احمد: جلد13 صفحہ32)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

1)17 نومبر 1884ء کو مرزاغلام احمد قادیانی کی جب نصرت جہاں سے شادی ہوئی اس وقت مرزاغلام احمد قادیانی نامرد تھے۔

2)نصرت جہاں رخصتی کے بعد جب قادیان آئی تو 1 مہینہ قادیان میں رہی جس کا اگر کم سے کم اندازہ بھی لگائیں تو 18 دسمبر 1884ءتک نصرت جہاں قادیان میں رہی۔

3) 18دسمبر 1884ء سے لے کر 3 مہینے یعنی 17مارچ1885ء تک نصرت جہاں مرزاغلام احمد قادیانی سے دور اپنے میکے میں رہی۔

4) 18مارچ1885ء کو نصرت جہاں قادیان واپس آئی۔

5) 18مارچ1885ء کو نصرت جہاں کی قادیان واپسی کے 10 مہینے بعد یعنی 18 جنوری 1886ءتک مرزا غلام احمد قادیانی نامرد تھے۔

مرزاغلام احمد قادیانی کی پہلی اولاد جائز یاناجائز

حیرانگی کی بات ہے کہ مرزاغلام احمد قادیانی کی نامردی کے باوجود قادیانیوں کے تیسرے خلیفہ مرزاناصر احمد کی بیٹی امتہ الشکور کے بقول مرزاغلام احمد قادیانی کی پہلی اولاد عصمت 15 اپریل 1886ء میں پیدا ہوئی۔

(عکس دیکھیں صفحہ 26)

(سیرت حضرت اماں جان، صاحبزادی امتہ الشکور: صفحہ 17)

18 جنوری 1886ء تک مرزاغلام احمد قادیانی کے نامرد رہنے کے ہم نے ناقابل تردید ثبوت پیش کئے ہیں۔اور نصرت جہاں کی پہلی اولاد 15 اپریل 1886ء کو ہورہی ہے۔یعنی بالفرض اگر 18 جنوری 1886ء کو مرزاغلام احمد قادیانی کی یہ نامردی دور ہو بھی گئی تھی تو نامردی دور ہونے کے صرف 2 مہینے 27 دن کے بعد جو بیٹی پیدا ہوئی وہ ناجائز نہیں تو اور کیا ہے؟

نصرت جہاں کا گھٹیا کردار

حوالہ نمبر1:

نصرت جہاں کا کردار انتہائی گھٹیا تھا خود مرزاغلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

"لوگ میری بیوی پر الزام لگاتے ہیں کہ اس کی بعض مریدوں سے آشنائی ہے۔"

(کشف الغلطاء صفحہ 20،16 مندرجہ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 203،197)
(عکس دیکھیں صفحہ 28،27)

حوالہ نمبر 2:

مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید ڈاکٹر بشارت احمد نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"بیوی صاحبہ مرزا جی کے مریدوں کو ساتھ لے کر لاہور وغیرہ سے کپڑے بھی خود ہی خرید لایا کرتی تھیں۔"

(کشف الظنون: صفحہ 88)
(عکس دیکھیں صفحہ 29)

حوالہ نمبر 3:

مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے:

"بیان کیا حضرت مولوی نور دین صاحب خلیفہ اول نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کسی سفر میں تھے سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھے آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب جن کی طبعیت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت سے لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ جگہ بٹھا دیں حضرت صاحب (مرزا غلام قادیانی(نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں مولوی صاحب(حکیم نور دین(فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری طرف آئے میں نے کہا مولوی صاحب جواب لے آئے؟ "

(سیرت المہدی: روایت نمبر 77 جلد 1 صفحہ 57،56)

(عکس دیکھیں صفحہ 30)

مرزا قادیانی رن مرید

نصرت جہاں مرزا غلام احمد قادیانی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ چند حوالے پیش خدمت ہیں۔

حوالہ نمبر 1:

مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی والدہ نصرت جہاں کا یہ قول نقل کیا ہے:

"خدا کے فضل کا ذکر ہوتا تو والدہ صاحبہ کہتیں میرے آنے پر ہی خدا کی یہ برکت نازل ہوئی ہے (پہلے تو دستر خوان کی فکر میں ہی مرتا رہتا تھا از ناقل) اس قسم کا فقرہ میں نے والدہ صاحبہ کے منہ سے کم از کم سات آٹھ دفعہ سنا اور جب بھی سنتا گراں گذرتا میں اسے حضرت مسیح موعود کی بے ادبی سمجھتا تھا لیکن اب درست معلوم ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعود اس فقرہ سے لذت پاتے۔"

خطبات محمود جلد 3 صفحہ 270

(خطبہ نکاح مرزا بشیر الدین مندرجہ ~~اخبار الفضل قادیان 7 مارچ 1930ء، صفحہ 4~~)

(عکس دیکھیں صفحہ 31)

حوالہ نمبر 2:

خطبات محمود جلد 3

مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے:

"حضرت مسیح موعود اپنے خانگی معاملات میں حضرت ام المومنین کی بات بہت مانتے تھے اور گویا کہ گھر میں حضرت ام المومنین کی حکومت تھی۔ "

(سیرت المہدی: روایت نمبر 432، جلد 1 صفحہ 391)
(عکس دیکھیں صفحہ 32)

حوالہ نمبر 3:

بس کچھ ایسی مجبوریاں تھیں اسی لیے مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ لوگوں میں مشہور تھا کہ:

"مرجا بیوی دی گل بڑی مندا اے"

(سیرت المہدی: روایت نمبر 289، جلد 1 صفحہ 258)
(عکس دیکھیں صفحہ 33)

حوالہ نمبر 4:

یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بیوی نصرت جہاں نے زندگی بھر مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت نہیں کی۔

(سیرت المہدی: روایت نمبر 20، جلد 1 صفحہ 17) (عکس دیکھیں صفحہ 34)

جبکہ نور الدین کی بیعت مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات کے دن ہی کرلی تھی۔

(تاریخ احمدیت: جلد 3 صفحہ 191)
(عکس دیکھیں صفحہ 35)

حکیم نور الدین سے خصوصی تعلقات

حوالہ نمبر1:

مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے:

"کیا وجہ ہے کہ حکیم نور الدین اور عبد الکریم سیالکوٹی باقی قادیانی جماعت کے برعکس نصرت جہاں بیگم کو "ام المومنین" کی بجائے "بیوی صاحبہ" کہتے تھے؟"

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ اول ص 63 روایت نمبر 77 طبع جدید 2008ء ص 56)
(عکس دیکھیں صفحہ 36)

حوالہ نمبر2:

قادیانیوں کے پہلے خلیفہ حکیم نور الدین نے ہی بتایا کہ

"بیوی صاحبہ کے منہ سے بیسویں مرتبہ میں نے سنا ہے کہ میں تو آپ کی لونڈی ہوں۔"

(مرقات الیقین فی حیات نور الدین صفحہ 7) (عکس دیکھیں صفحہ 37)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ لونڈی کون ہوتی ہے؟ تو اس کا جواب بھی قادیانیوں سے ہی پوچھتے ہیں۔

قادیانیوں کے سرکاری اخبار الفضل میں لونڈی سے متعلق پوچھے گئے سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ سوال اور جواب دونوں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: ایک مسلمان کتنی لونڈیاں رکھ سکتا ہے اور کیا بغیر نکاح ان سے جماع کر سکتا ہے؟

جواب:

لونڈیوں کے متعلق شریعت اسلام نے کوئی حد بندی نہیں کی۔ جتنی رکھ سکتا ہے۔ رکھے۔ اور بغیر نکاح کے ان کے قریب جاسکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿وَٱلَّذِينَ هُمۡ لِفُرُوجِهِمۡ حَـٰفِظُونَ ؛ إِلَّا عَلَىٰٓ أَزۡوَٰجِهِمۡ أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَـٰنُهُمۡ﴾ [المعارج ۲۹،۳۰]

یعنی مومن وہ ہیں جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے حفاظت نہیں کرتے۔ اس آیت میں صاف طور پر لونڈیوں سے بغیر نکاح کے خلوت میں ہونے کی اجازت نکلتی ہے۔ کیونکہ اس جگہ جو لونڈی کا ذکر ہے اگر اس سے مراد منکوحہ لونڈی ہو تو وہ تو ازواج میں شامل ہو جائے گی۔ حالانکہ خدا نے ازواج اور لونڈیوں کا ذکر الگ الگ کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس جگہ لونڈی سے مراد وہ ہیں جو ازواج سے خارج ہیں۔ علاوہ بریں حضرت نبی کریم ﷺ کی ایک لونڈی بنام ماریہ قبطیہ مقوقس کی طرف سے بطور تحفہ ملی تھی۔ اور آنحضرت ﷺ نے اس سے خلوت کی تھی بغیر نکاح کے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ بغیر نکاح کے لونڈی سے صحبت ہو سکتی ہے۔ اب میں وجہ بتاتا ہوں کہ لونڈی سے نکاح کیوں نہیں ہو سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ لونڈی اس عورت کو کہتے ہیں۔ جس کے جسم کا

کوئی شخص مالک ہو۔ایسی عورت کو اپنے متعلق کوئی اختیار نہیں ہوتا۔تمام اختیارات کا مالک اس کا سید ہوتا ہے۔

(**الفضل قادیان اخبار:20جولائی 1922** صفحہ 7,8) (عکس دیکھیں صفحہ 38,39)

لیجئے قادیانیوں کی ہی کتابوں سے نصرت جہاں کے حکیم نورالدین کی لونڈی کا ثبوت مل گیا۔اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ نصرت جہاں کی جو اولاد پیدا ہوئی وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نہیں بلکہ حکیم نورالدین کی تھی۔

حوالہ نمبر3:

نصرت جہاں نے حکیم نورالدین کی لونڈی بننے کے بعد لونڈی بننے کا پورا حق ادا کیا۔اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ نصرت جہاں نے جب قادیان سے کسی بھی دوسرے شہر جانا ہوتا تو حکیم نور الدین سے اجازت لے کر جاتی تھی۔

(**سیرت حضرت اماں جان،صاحبزادی امتہ الشکور:صفحہ 27**) (عکس دیکھیں صفحہ 40)

حوالہ نمبر4:

حکیم نور الدین نے اگر کوئی لحاف مرمت کروانے ہوتے تو وہ نصرت جہاں کو بھیجے جاتے۔نصرت جہاں بھی کسی سے کام کروانے کی بجائے خود اپنے ہاتھوں سے لحاف مرمت کر کے دیتی تھیں۔

(عکس دیکھیں صفحہ 41) (سیرت حضرت اماں جان، صاحبزادی امتہ الشکور: صفحہ 26)

حوالہ نمبر 5:

"نصرت جہاں" حکیم نور الدین کے حکم پر روزانہ سیر کے لئے جاتی تھی۔

(عکس دیکھیں صفحہ 42) (سیرت حضرت اماں جان، احمد طاہر مرزا: صفحہ 263)

حوالہ نمبر 6:

حکیم نور الدین اپنے مرض الوفات میں جب گھوڑے سے گرا اور لمبے عرصے تک بستر پر رہا تو صبح کا ناشتہ "نصرت جہاں" کی طرف سے جاتا تھا۔

(عکس دیکھیں صفحہ 43) (سیرت حضرت اماں جان، احمد طاہر مرزا: صفحہ ~~263~~ 264)

حوالہ نمبر 7:

حکیم نور الدین کو لوگ جو تحائف بھیجتے وہ تحائف حکیم نور الدین خود رکھنے کی بجائے "نصرت جہاں" کو بھیج دیتا۔

(عکس دیکھیں صفحہ 44،45) (سیرت حضرت اماں جان، احمد طاہر مرزا: صفحہ 264)

حوالہ نمبر8:

یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ مرزاغلام احمد قادیانی کی بیوی "نصرت جہاں" نے زندگی بھر مرزاغلام احمد قادیانی کی بیعت نہیں کی۔

(سیرت المہدی:روایت نمبر20، جلد1 صفحہ 17) (عکس دیکھیں صفحہ 46)

جبکہ نورالدین کی بیعت نصرت جہاں نے مرزاغلام احمد قادیانی کی وفات کے دن ہی کرلی تھی۔

(تاریخ احمدیت: جلد3 صفحہ 191) (عکس دیکھیں صفحہ 47)

مرزاغلام احمد قادیانی کی پہلی بیوی سے اولاد

مرزاغلام احمد قادیانی کی پہلی بیوی کا نام حرمت بی بی تھا۔ مرزاغلام احمد قادیانی کی پہلی بیوی سے 32 سال میں صرف 2 بچے پیدا ہوئے۔

پہلی بیوی سے مرزاغلام احمد قادیانی کے 2 بیٹے تھے۔

1)مرزاسلطان احمد

2) مرزافضل احمد

ان دونوں بیٹوں نے اپنے باپ مرزاغلام احمد قادیانی کو دعوی نبوت میں کذاب سمجھا تھا۔

مرزا فضل احمد، مرزا غلام احمد قادیانی (اپنے باپ (کی زندگی میں مر گیا لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اسکا جنازہ نہ پڑھا۔

(عکس دیکھیں صفحہ 48)(روزنامہ الفضل قادیان:7جولائی 1943ء صفحہ 3)

نصرت جہاں سے مرزا قادیانی کی اولاد

مرزا غلام احمد قادیانی کی دوسری بیوی سے 24 سال میں 10 بچے پیدا ہوئے۔ حالانکہ جب مرزا غلام احمد قادیانی کی دوسری شادی ہوئی تھی تو اس کو یقین تھا کہ وہ نامرد ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی دوسری بیوی نصرت جہاں سے درج ذیل اولاد ہوئی۔

لڑکے

1۔ مرزا بشیر احمد (1888ء تا 1887ء)

2۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد (1889ء تا 1965ء)

3۔ مرزا شوکت احمد (1891ء تا 1892ء)

4۔ مرزا بشیر احمد ایم اے (1893ء تا 1963ء)

5۔ مرزا شریف احمد (1895ء تا 1961ء)

6۔ مرزا مبارک احمد (1899ء تا 1908ء)

لڑکیاں

1۔ عصمت(1886ء تا1891ء)

2۔ مبارکہ بیگم (1897ء تا1997ء)

3۔ امتہ النصیر (1903ء تا1903ء)

4۔ امتہ الحفیظ بیگم (1904ء تا1987ء)

(عکس دیکھیں صفحہ 49)

(سیرت المہدی: روایت نمبر59، جلد1 صفحہ47)

مختصر سوانح حضرت اماں جان
سیدہ نصرت جہان بیگم

۱۸۶۵ء:

آپ حضرت سید میر ناصر نواب صاحبؓ دہلوی کے ہاں ۱۸۶۵ء میں پیدا ہوئیں۔

۱۸۷۱ء:

آپ نے چھ سال کی عمر میں گھر کی چار دیواری میں قرآن کریم اور اردو نوشت وخواند کی تعلیم شروع کی۔ جو آپ کے والد ماجد حضرت میر ناصر نوابؓ دہلوی نے خود ہی شروع کرائی۔

۱۸۸۴ء: حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے شادی

۱۷؍نومبر ۱۸۸۴ء ۲۷؍محرم ۱۳۰۲ھ بروز سوموار دہلی میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے گیارہ سو روپے حق مہر پر نکاح پڑھا۔[1]

۱۵؍اپریل ۱۸۸۶ء:

حضرت صاحبزادی عصمتؓ صاحبہ کی پیدائش (وفات جولائی ۱۸۹۱ء)

جون ۱۸۸۷ء:

۱۹؍جون ۱۸۸۷ء کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مع حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ انبالہ چھاؤنی تشریف لے گئے۔ جہاں کہ حضرت سید میر ناصر نواب صاحبؓ دہلوی ان دنوں ملازم تھے۔[2]

۷؍اگست ۱۸۸۷ء:

مکتوب نمبر ۱۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

از طرف عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویم مخدوم ومکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلّمہٗ اللہ تعالیٰ

عنایت نامہ پہنچا اور کئی بار میں نے اس کو غور سے پڑھا۔ جب میں آپ کی ان تکلیفوں کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی ان کریمانہ قدرتوں کو، جن کو میں نے بذاتِ خود آزمایا ہے اور جو میرے پر وارد ہو چکی ہیں تو مجھے بالکل اضطراب نہیں ہوتا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ خداوند کریم قادر مطلق ہے اور بڑے بڑے مصائب شدائد سے مخلصی بخشتا ہے اور جس کی معرفت زیادہ کرنا چاہتا ہے ضرور اُس پر مصائب نازل کرتا ہے تا اُسے معلوم ہو جاوے کہ کیونکر وہ نومیدی سے امید پیدا کرسکتا ہے۔ غرض فی الحقیقت وہ نہایت ہی قادر وکریم ورحیم ہے۔ البتہ صبر چاہیے کہ ہر ایک چیز اپنے وقت سے وابستہ ہے۔ جس قدر ضعف دماغ کے عارضے میں یہ عاجز مبتلا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو۔ جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔ آخر میں نے صبر کیا اور دعا کرتا رہا تو اللہ جلشانہٗ نے اس دعا کو قبول فرمایا۔ اور ضعف قلب تو اب بھی مجھے اس قدر ہے کہ میں بیان ہی نہیں کرسکتا۔ **خدا تعالیٰ سے زیادہ تر کامل معالج اور کوئی بھی نہیں۔** ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ہم بالکل اپنے تئیں نکمے اور بے ہُنر سمجھیں اور ہر طرف سے قطع امید کرکے ایک ہی آستانہ کے منتظر رہیں۔ سو اگر آپ مجھے بشرط صبر وشکیب کہنے کی اجازت دیں تو میں اسی کامل معالج سے آپ کے علاج کی درخواست کرتا رہوں گا۔ بشرطیکہ آپ عجلت نہ کریں۔ طلبگار باید صبور وحمول۔

اب مجھے کسی تدبیر ظاہری پر اعتقاد نہیں رہا۔ میں جانتا ہوں کہ تدبیر صائب بھی تب ہی سوجھتی ہے کہ جب خود قادر مطلق بند سے رہا کرنا چاہتا ہے۔ مگر میں اس بات سے بہت ہی خوش ہوں اس طرح کہ جس طرح کوئی نہایت راحت بخش نشاط میں ہوتا ہے کہ ہم ایسا قادر وکریم اپنا مولا رکھتے ہیں کہ جو قدرت بھی رکھتا ہے اور رحم بھی۔ آج میں نے چار کتابیں سیالکوٹ میں رجسٹری کرا کر بھیج دی ہیں۔ اطلاعاً لکھا گیا ہے۔ والسلام ☆

۲۲رفروری ۱۸۸۷ء خاکسار۔ غلام احمد از قادیان

☆ الحکم ۱۷راگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۳

Page 20

مئی ۱۸۸۴ء ’’ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ نواب[1] صاحب کی حالت غم سے خوشی کی طرف مبدّل ہوگئی ہے اور آسودہ حال اور شکر گذار ہیں اور نہایت عمدگی اور صفائی سے یہ خواب آئی اور یہ خواب بہ طور کشف تھی۔ چنانچہ اسی صبح کو نواب صاحب کو اس خواب سے اطلاع دی گئی۔‘‘

(ازمکتوب بنام میر عباس علی شاہ صاحب۔مکتوبات احمد جلد ا صفحہ ۶۰۳، ۶۰۴ مطبوعہ ۲۰۰۸ء)

مئی ۱۸۸۴ء ’’پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب الٰہی بخش نام اکونٹنٹ نے کہ جو اس کتاب[2] کے معاون ہیں۔ کسی اپنی مشکل میں دعا کے لئے درخواست کی اور بطور خدمت پچاس روپیہ بھیجے اور جس روز یہ خواب آئی اس روز سے دو چار دن پہلے ان کی طرف سے دعا کے لئے الحاح ہو چکا تھا مگر یہ عاجز نواب[3] صاحب کے لئے مشغول تھا اس لئے ان کے لئے دُعا کرنے کو کسی اور وقت پر موقوف رکھا اور جس روز نواب صاحب کے لئے بشارت دی گئی تھی تو اس دن خیال آیا کہ آج منشی الٰہی بخش کے لئے توجہ سے دعا کریں سو بعد نماز عصر جب وقتِ صفا پایا اور دعا کا ارادہ کیا گیا تو پھر بھی دل نے یہی چاہا کہ اس دعا میں بھی نواب صاحب کو شامل کر لیا جائے سو اس وقت نواب صاحب اور منشی الٰہی بخش دونوں کے لئے دعا کی گئی۔ بعد دُعا اسی جگہ الہام ہوا۔

نُنَجِّيْهِمَا مِنَ الْغَمِّ

یعنی ہم اِن دونوں کو غم سے نجات دیں گے...... پھر چند روز کے بعد نواب صاحب کا خط آ گیا کہ سرائے کا کام جاری ہو گیا ہے۔‘‘ (ازمکتوب بنام میر عباس علی شاہ صاحب۔مکتوبات احمد جلد ا صفحہ ۶۰۳، ۶۰۴ مطبوعہ ۲۰۰۸ء)

نومبر ۱۸۸۴ء ’’ایک ابتلا مجھ کو اس شادی[4] کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا...... میری حالتِ مردی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا...... کہ آپ بباعث سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے...... غرض اس ابتلا کے وقت میں نے جنابِ الٰہی میں دُعا کی اور مجھے اس نے دفع مرض کے لئے اپنے الہام کے ذریعے سے دوائیں بتلائیں اور میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ وہ دوائیں میرے منہ میں ڈال رہا ہے چنانچہ وہ دوا میں نے طیّار کی اور اس میں خدا نے اس قدر برکت ڈال دی کہ میں نے دلی یقین سے معلوم کیا کہ وہ پُرصحت طاقت جو ایک پورے تندرست انسان کو دُنیا میں مل سکتی

---

[1] مراد نواب علی محمد خان صاحب آف جھجر (مرزا بشیر احمد) [2] براہین احمدیہ (مرزا بشیر احمد)

[3] مراد نواب علی محمد خان صاحب آف جھجر (مرزا بشیر احمد) [4] جو ۱۷؍ نومبر ۱۸۸۴ء کو دہلی میں ہوئی۔ (مرزا بشیر احمد)

خدا نے خود وعدہ فرمادیا ہے۔ پھر شادی کرنے کے بعد سلسلہ فتوحات کا شروع ہوگیا۔ اور یا وہ زمانہ تھا کہ بباعث تفرقہ وجوہِ معاش پانچ سات آدمی کا خرچ بھی میرے پر بوجھ تھا یا اب وہ وقت آگیا کہ بحساب اوسط تین سو آدمی ہر روز معہ عیال و اطفال اور ساتھ اس کے کئی غرباء اور درویش اس لنگر خانہ میں روٹی کھاتے ہیں۔ اور یہ پیشگوئی لالہ شرمپت آریہ اور ملاوامل آریہ ساکنانِ قادیان کو بھی قبل از وقت سُنائی گئی تھی اور شیخ حامد علی اور چند اور واقف کاروں کو اس سے اطلاع دے دی گئی تھی۔[1]

محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ حضور شادی کے لئے دہلی تشریف لے گئے تو براتیوں میں حافظ صاحب ایک تھے جو سب سے نمایاں تھے۔ آپ ہی اس شادی میں تمام انتظامات کرنے والے تھے اور حضرت نہایت بے تکلفی سے ہر ایک بات موقعہ کے مناسب حال آپ سے کرتے تھے۔ حضرت اقدس کا کوئی سفر ایسا نہیں ہوا جس میں حافظ صاحب بشرطیکہ وہ یہاں موجود ہوں ساتھ نہ ہوں۔ اور اس سفر کا سارا اہتمام و انتظام انہی کے سپرد ہوتا تھا۔[2]

مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ حافظ صاحب سے روایت کرتے ہیں :۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے (گویا نومبر ۱۸۸۴ء میں) ایک روز مجھے فرمایا۔ میاں حامد علی! سفر پر جانا ہے۔ چنانچہ یکہ کرایہ پر لیا۔ جب خاکروبوں کے محلّہ کے قریب پہنچے تو مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب سے فرمایا کہ میں دہلی شادی کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ وہیں رخصتانہ اور ولیمہ ہوگا۔ یہ بات کسی کو نہ بتائیں۔ میں جا کر خط لکھوں گا۔ اُس وقت سلطان احمد کی والدہ کو بتا دینا۔ تاکہ میری واپسی تک وہ رو دھو بیٹھے۔ میں حضور کی یہ بات سُنکر سخت حیرت زدہ ہوگیا۔ کیونکہ مجھے بخوبی معلوم تھا کہ حضور اس وقت ازدواجی زندگی کے قابل نہ تھے۔ اور عرصہ سے میں مختلف حکیموں اور طبیبوں سے نسخے معلوم کرکے نوٹ کیا کرتا تھا اور حضور کو کھلاتا تھا لیکن کسی کا بھی اثر نہ ہوتا تھا۔ مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب کی موجودگی میں تو میں نے اپنے تئیں بمشکل ضبط کیا لیکن نہر کے پل پر پہنچے تو عرض کیا۔ آپ کی حالت آپ پر اور نہ مجھ پر مخفی ہے۔ پھر آپ نے شادی کا کیوں ارادہ فرمایا ہے فرمایا کہ آپ کی بات درست ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ چل تو میں چلتا ہوں۔ اس جواب پر میں کیا عرض کرتا۔ سو میں خاموش ہوگیا۔

---

[1] حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۵، ۲۳۶۔ نشان ۸۷۔ [2] الحکم $\frac{۲}{۳۴}$-۲۸ صفحہ ۹۔ حضرت ام المومنینؓ بیان کرتی ہیں کہ شیخ حامد علی صاحب اور لالہ ملاوامل صاحب بھی حضور کے ساتھ تھے (سیرۃ المہدی حصہ اول روایت ۶۹) اور الحجی نے خاکسار مؤلف "اصحاب احمد" کے استفسار پر بتایا تھا کہ وہ بطور براتی ساتھ گئے تھے اور شادی کی معیّن تاریخ بھی مجھے بتائی تھی۔ حضرت ام المومنینؓ کی روایت میں تاریخ نکاح ۲۷ محرم ۱۳۰۲ ہجری مذکور ہے۔

دہلی میں حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے ہاں پہنچے تو بیٹھک میں مجھے ٹھہرایا گیا۔ چند روز قبل ہی بیوی صاحبہ (حضرت سیدہ نصرت جہان بیگم صاحبہؓ) ایام سے پاک ہوئی تھیں۔ گھر پر ہی رخصتانہ عمل میں آیا۔ رخصتانہ کی رات میں نہایت بیقرار تھا کہ کیا ہوگا۔ چنانچہ شدتِ اضطراب کی وجہ سے میری نیند کافور ہوگئی۔ اور میں رات بھر حضور کے لئے نہایت تضرع سے دعا میں مصروف رہا۔ صبح کی اذان ہوئی تو حضور میرے پاس تشریف لائے اور ہم نے نماز فجر ادا کی۔ جس کے بعد فرمایا۔ آؤ! لال قلعہ کی طرف سیر کر آئیں۔ چنانچہ راستہ میں خود ہی فرمایا کہ اللہ تعالٰے کی ذات کتنی پردہ پوش اور وفادار ہے کہ رات بیوی صاحبہ کو پھر ایام شروع ہوگئے اور ہمیں چھٹی ہوگئی۔ چنانچہ اسی حالت میں حضور حضرت ام المومنینؓ کو لیکر قادیان تشریف لے آئے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت میر صاحبؓ نے حضور کو لکھا کہ آپ لڑکی کو چھوڑ جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھجوا کر لکھا کہ مجھے تصنیف کے کام کی وجہ سے فرصت نہیں آپ آکر لے جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آکر لے گئے پھر دو تین ماہ بعد حضور کو لکھا کہ آپ آکر بچی کو لے جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھجوا دیا اور لکھا کہ آپ آکر چھوڑ جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آکر چھوڑ گئے۔ حضرت ام المومنینؓ کے اخلاقِ عالیہ قابل تعریف ہیں کہ آپ نے اپنے والدین کے ہاں اور سہیلیوں سے اس بارہ میں کوئی شکوہ نہیں کیا۔[۱]

میں حضور کے علاج میں پہلے ہی مصروف تھا۔ بیوی صاحبہ کی واپسی پر آٹھ دس ماہ گذر گئے لیکن علاج بے اثر رہا۔ ایک روز سیر میں حضور نے ہمیں فرمایا کہ تم لوگ دعوئٰ محبت کرتے ہو۔ میں تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہوں۔ ہم حیران ہوئے کہ نہ معلوم کیا امتحان ہوگا۔ تو فرمایا۔ میرے دل میں ایک بات ہے اس کے متعلق دعا کرو۔ اور جو پتہ لگے بتاؤ۔ چنانچہ حضور روزانہ ہم سے دریافت کرتے تھے کہ کیا خواب آئی ہے۔ دیگر احباب اپنی خوابیں سناتے تو حضور فرماتے کہ یہ اس امر کے متعلق نہیں۔ مجھے کوئی خواب نہ آئی تھی۔ ایک روز موضع تھہ غلام نبی اپنے اہل و عیال کے پاس جانے کی میں نے اجازت لی اور ابھی قادیان سے نکلا ہی تھا کہ غیر اختیاری طور پر میری زبان پر درود شریف جاری ہوگیا۔ اور میں گاؤں تک درود شریف ہی پڑھتا گیا اور گھر پہنچا اور بچوں سے ملا کھانا کھایا۔ لیکن میری یہ خاص کیفیت اسی طرح قائم تھی۔ تھکا ماندہ تھا۔ سو گیا۔ رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے اور فرمایا۔ حامد علی! تمہاری کاپی میں جو فلاں نسخہ ہے وہ مرزا صاحب کو کیوں نہیں دیتے؟ اس پر میں

---

[۱] بلکہ حضور کے سلوک کی آپ نے اور آپ کی خادمہ نے تعریف کی (روایت حضرت نانی اماںؓ۔ سیرۃ المہدی حصہ دوم روایت ۱۳۸۰) شادی کے متعلق سیرۃ المہدی حصہ اوّل میں حضرت ام المومنینؓ کی روایت نمبر ۷۶ پر حاشیہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے تحریر فرمایا (خاکسار مؤلف اصحاب احمدؐ آپ کا خط شناخت کرتا ہے اور م۔ا سے مراد محمد اسمٰعیل ہے جو بعض جگہ آپ اپنے نام کا مخفف تحریر کرتے ہیں عبارت یہ ہے:-

"یکم مگھر سمت ۱۹۴۰ حضرت جی کو قادیان سے بمع ملاوامل۔ شرمپت حامد علی روانہ ہوئے۔ امرتسر پر بابو الٰہی بخش و منشی عبدالحق مل گئے (ملاوامل)

"یعنی ۱۴ محرم سنہ ۱۳۰۱ اور یہی صحیح ہے۔ م۔ا۔ کیونکہ میری پیدائش سنہ ۸۱ کی ہے سنہ ۸۳ شروع میں اور یکم مگھر سمت ۱۹۴۰ = ۱۵ نومبر ۱۸۸۳ کے۔

اس وقت حضور کی پہلی بیوی موجود تھی۔اس سے آپ کے دو بیٹے بھی تھے۔ بڑے کا نام تھا حضرت مرزا سلطان احمد اور چھوٹے تھے حضرت مرزا فضل احمد۔لیکن چونکہ آپ کی پہلی بیوی کی طبیعت میں دنیا داری بہت تھی اور دینی حالت کمزور۔اس لیے آپس میں بہت معمولی تعلق رہ گیا تھا اور حضور بہت بے آرامی کی زندگی گزار رہے تھے اِس لیے اللہ نے چاہا کہ وہ آپ کی دوسری شادی کر دے۔

جب رشتہ آیا تو حضرت نانی جان کو یہ اعتراض ہوا کہ آپ پنجاب کے رہنے والے ہیں۔آپ کا رہنا سہنا اور زبان دہلی والوں سے مختلف ہے۔عمر بھی بڑی ہے۔ پہلے شادی بھی ہو چکی ہے۔اس عرصہ میں حضرت امّاں جان کے کئی رشتے آئے لیکن نانی جان کو وہ رشتے پسند نہ آئے اور آخر ایک دن فرمایا:

''اُن لوگوں سے تو غلام احمد ہزار درجہ بہتر ہے۔''

چونکہ حضرت نانا جان پہلے ہی یہ چاہتے تھے آپ نے موقع غنیمت جان کر فوراً ہی حامی بھری اور حضور کو رشتہ کی منظوری کی اطلاع دے دی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت امّاں جان بیاہ کر دہلی سے قادیان لائی گئیں۔ آپ کا نکاح جامع مسجد دہلی کے مشہور خطیب سیّد نذیر حسین دہلوی نے پڑھایا۔

رہن سہن اور زبان کے فرق کے باوجود حضرت اماں جان نے اپنے آپ کو اس ماحول میں نہایت خوبی سے ڈھال لیا۔اس سے آپ کی سمجھ بُوجھ، لیاقت اور غیر معمولی خوبیوں کا پتہ چلتا ہے کیونکہ یہ کسی عام عورت کے بَس کا کام نہ تھا۔شروع میں تو آپ بہت گھبرائیں یہاں تک کہ حضرت نانی جان کو لکھ بھیجا کہ ''مَیں اس قدر گھبرائی ہوئی ہوں کہ شاید مَیں غم اور گھبراہٹ سے مَر جاؤں گی۔''

لیکن ایک ماہ بعد جب دہلی گئیں تو حضرت نانی جان کو خود ہی بتایا کہ ''مجھے تو انہوں

دہلی میں حضرت میر ناصر نواب صاحب رضؓ کے ہاں پہنچے تو بیٹھک میں مجھے ٹھہرایا گیا۔ چند روز قبل ہی بیوی صاحبہ (حضرت سیّدہ نصرت جہان بیگم صاحبہ رضؓ) ایّام سے پاک ہوئی تھیں۔ گھر پر ہی رخصتانہ عمل میں آیا۔ رخصتانہ کی رات مَیں نہایت بیقرار تھا کہ کیا ہوگا۔ چنانچہ شدّتِ اضطراب کی وجہ سے میری نیند کافور ہوگئی۔ اور میں رات بھر حضور کے لئے نہایت تضرّع سے دُعا میں مصروف رہا۔ صبح کی اذان ہوئی تو حضور میرے پاس تشریف لائے اور ہم نے نماز فجر ادا کی۔ جس کے بعد فرمایا۔ آؤ! لال قلعہ کی طرف سیر کر آئیں۔ چنانچہ راستہ میں خود ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی پردہ پوش اور باوفا ہے کہ رات بیوی صاحبہ کو پھر ایّام شروع ہوگئے اور ہمیں چھٹی ہوگئی۔ چنانچہ اسی حالت میں حضور حضرت ام المومنین رضؓ کو لیکر قادیان تشریف لے آئے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت میر صاحب رضؓ نے حضور کو لکھا کہ آپ لڑکی کو چھوڑ جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھجوا کر لکھا کہ مجھے تصنیف کے کام کی وجہ سے فرصت نہیں آپ آکر لے جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آکر لے گئے پھر دو تین ماہ بعد حضور کو لکھا کہ آپ آکر بچی کو لے جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھجوا دیا اور لکھا کہ آپ آکر چھوڑ جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آکر چھوڑ گئے۔ حضرت ام المومنین رضؓ کے اخلاقِ عالیہ قابلِ تعریف ہیں کہ آپ نے اپنے والدین کے ہاں اور سہیلیوں سے اس بارہ میں کوئی شکوہ نہیں کیا۔[1]

مَیں حضور کے علاج میں پہلے ہی مصروف تھا۔ بیوی صاحبہ کی واپسی پر آٹھ دس ماہ گذر گئے لیکن علاج بے اثر رہا۔ ایک روز سیر میں حضور نے ہمیں فرمایا کہ تم لوگ دعویٔ محبت کرتے ہو۔ مَیں تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہوں۔ ہم حیران ہوئے کہ نہ معلوم کیا امتحان ہوگا۔ تو فرمایا۔ میرے دل میں ایک بات ہے اس کے متعلق دُعا کرو۔ اور جو پتہ لگے بتاؤ۔ چنانچہ حضور روزانہ ہم سے دریافت کرتے تھے کہ کیا خواب آئی ہے۔ دیگر احباب اپنی خوابیں سناتے تو حضور فرماتے کہ یہ اس امر کے متعلق نہیں۔ مجھے کوئی خواب نہ آئی تھی۔ ایک روز موضع تھہ غلام نبی اپنے اہل و عیال کے پاس جانے کی مَیں نے اجازت لی اور ابھی قادیان سے نکلا ہی تھا کہ غیر اختیاری طور پر میری زبان پر درود شریف جاری ہوگیا۔ اور میں گاؤں تک درود شریف ہی پڑھتا گیا اور گھر پہنچا اور بچوں سے ملا کھانا کھایا۔ لیکن میری یہ خاص کیفیت اسی طرح قائم تھی۔ تھکا ماندہ تھا۔ سوگیا۔ رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے اور فرمایا۔ حامد علی! تمہاری کاپی میں جو فلاں نسخہ ہے وہ مرزا صاحب کو کیوں نہیں دیتے؟ اس پر مَیں

---

[1] بلکہ حضور کے سلوک کی آپ نے اور آپ کی خادمہ نے تعریف کی (روایت حضرت نانی اماں رضؓ۔ سیرۃ المہدی حصہ دوم روایت ۴۲۸)

شادی کے متعلق سیرۃ المہدی حصہ اوّل میں حضرت ام المومنین رضؓ کی روایت نمبر ۶۷ پر حاشیہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے تحریر فرمایا (خاکسار مؤلف اصحاب احمد آپ کا خط شناخت کرتا ہے اور م۔ ا سے مراد محمد اسمٰعیل ہے جو بعض جگہ آپ اپنے نام کا مخفف تحریر کرتے ہیں عبارت یہ ہے:

"یکم محرم سن ۱۳۰۱ حضرت کو قادیان سے بمع ملاوامل۔ شرمپت حامد علی روانہ ہوئے۔ امرتسر پر بابو الٰہی بخش و منشی عبدالحق مل گئے (ملاوامل)"

"یعنی ۱۴ محرم سن ۱۳۰۱ اور یہی صحیح ہے۔ م۔ ا۔ کیونکہ میری پیدائش ۱۸۸۱ کی ہے ۱۸۸۳ شروع میں اور یکم محرم سن ۱۳۰۱ = ۱۵ نومبر ۱۸۸۳ کے۔

دہلی میں حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے ہاں پہنچے تو بیٹھک میں مجھے ٹھہرایا گیا۔ چند روز قبل ہی بیوی صاحبہ (حضرت سیدہ نصرت جہان بیگم صاحبہؓ) ایام سے پاک ہوئی تھیں۔ گھر پر ہی رخصتانہ عمل میں آیا۔ رخصتانہ کی رات مَیں نہایت بیقرار تھا کہ کیا ہوگا۔ چنانچہ شدتِ اضطراب کی وجہ سے میری نیند کافور ہوگئی۔ اور میں رات بھر حضور کے لئے نہایت تضرّع سے دُعا میں مصروف رہا۔ صبح کی اذان ہوئی تو حضور میرے پاس تشریف لائے اور ہم نے نماز فجر ادا کی۔ جس کے بعد فرمایا۔ آؤ! لال قلعہ کی طرف سیر کر آئیں۔ چنانچہ راستہ میں خود ہی فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی ذات کتنی پردہ پوش اور باوفا ہے کہ رات بیوی صاحبہ کو پھر ایام شروع ہوگئے اور ہمیں چھٹی ہوگئی۔ چنانچہ اسی حالت میں حضور حضرت ام المومنینؓ کو لیکر قادیان تشریف لے آئے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت میر صاحبؓ نے حضور کو لکھا کہ آپ لڑکی کو چھوڑ جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھجوا کر لکھا کہ مجھے تصنیف کے کام کی وجہ سے فرصت نہیں آپ آکر لے جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آکر لے گئے پھر دو تین ماہ بعد حضور کو لکھا کہ آپ آکر بچی کو لے جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھجوا دیا اور لکھا کہ آپ آکر چھوڑ جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آکر چھوڑ گئے۔ حضرت ام المومنینؓ کے اخلاقِ عالیہ قابلِ تعریف ہیں کہ آپ نے اپنے والدین کے ہاں اور سہیلیوں سے اس بارہ میں کوئی شکوہ نہیں کیا۔[1]

مَیں حضور کے علاج میں پہلے ہی مصروف تھا۔ بیوی صاحبہ کی واپسی پر آٹھ دس ماہ گذر گئے لیکن علاج بے اثر رہا۔

ایک روز سیر میں حضور نے ہمیں فرمایا کہ تم لوگ دعوئ محبت کرتے ہو۔ مَیں تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہوں۔ ہم حیران ہوئے کہ نہ معلوم کیا امتحان ہوگا۔ تو فرمایا۔ میرے دل میں ایک بات ہے اس کے متعلق دُعا کرو۔ اور جو پتہ لگے بتاؤ۔ چنانچہ حضور روزانہ ہم سے دریافت کرتے تھے کہ کیا خواب آئی ہے۔ دیگر احباب اپنی خوابیں سناتے تو حضور فرماتے کہ یہ اس امر کے متعلق نہیں۔ مجھے کوئی خواب نہ آئی تھی۔ ایک روز موضع تھہ غلام نبی اپنے اہل وعیال کے پاس جانے کی مَیں نے اجازت لی اور ابھی قادیان سے نکلا ہی تھا کہ غیر اختیاری طور پر میری زبان پر درود شریف جاری ہوگیا۔ اور مَیں گاؤں تک درود شریف ہی پڑھتا گیا اور گھر پہنچا اور بچوں سے ملا کھانا کھایا۔ لیکن میری یہ خاص کیفیت اسی طرح قائم تھی۔ تھکا ماندہ تھا۔ سو گیا۔ رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے اور فرمایا۔ حامد علی! تمہاری کاپی میں جو فلاں نسخہ ہے وہ مرزا صاحب کو کیوں نہیں دیتے؟ اس پر مَیں

---

[1] بلکہ حضور کے سلوک کی آپ نے اور آپ کی خادمہ نے تعریف کی (روایت حضرت نانی اماںؓ۔ سیرۃ المہدی حصہ دوم روایت ۳۰۸)
شادی کے متعلق سیرۃ المہدی حصہ اوّل میں حضرت ام المومنینؓ کی روایت نمبر ۶۷ پر حاشیہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے تحریر فرمایا (خاکسار مؤلف اصحاب احمد آپ کا خط شناخت کرتا ہے اور م۔ا سے مراد محمد اسمٰعیل ہے جو بعض جگہ آپ اپنے نام کا مخفف تحریر کرتے ہیں) عبارت یہ ہے:
"یکم مگھر سمت ۱۹۴۰ جمعرات کو قادیان سے بمع ملاوامل۔ شرمپت حامد علی روانہ ہوئے۔ امرتسر پر بابو الٰہی بخش و منشی عبدالحق مل گئے (ملاوامل)"
"یعنی ۱۴ محرم سنہ ۱۳۰۱ھ اور یہی صحیح ہے۔ م۔ا۔ کیونکہ میری پیدائش ۱۳۰۱ھ کی ہے جو ۸۳ شروع میں اور یکم مگھر سمت ۱۹۴۰ = ۱۵ نومبر ۱۸۸۳ء کے۔"

تیرے لیے خود اپنے ہاتھ سے اپنی رحمت اور قدرت کا یہ درخت لگایا۔‘‘

آپ کی اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس بچے عطا کیے۔ پانچ کم عمری میں فوت ہو گئے اور پانچ نے الہاموں کے مطابق لمبی عمر پائی جو بچے کم عمری میں فوت ہوئے ان کے نام یہ ہیں:-

۱۔سب سے بڑی بیٹی صاحبزادی عصمت صاحبہ

پیدائش:15راپریل 1886ء : وفات:جولائی 1891ء

۲۔بشیر اوّل

پیدائش:7راگست 1887ء : وفات: 4رنومبر 1888ء

۳۔صاحبزادی شوکت صاحبہ

پیدائش: 1891ء : وفات:1892ء

۴۔صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب

پیدائش:14 جون 1899ء : وفات:16 ستمبر 1907ء

۵۔صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ

28 جنوری 1903ء میں پیدا ہوئیں اور 3 دسمبر 1903ء کو فوت ہو گئیں۔

جن بچوں کو اللہ تعالیٰ نے لمبی زندگی دی اور آگے نسل چلائی اور ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:-

’’یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہیں۔‘‘

یہ سب مبشر اولاد ہیں۔ اِن سب کا مختصر تعارف یہ ہے:-

کر دیا ہے کہ وہ ان لوگوں کی بدی کا مقابلہ نہ کریں اور غریبانہ طرز پر زندگی بسر کریں اور اپنے نفس پر بھی میں نے یہی لازم کیا ہے کہ ان پلید تہمتوں اور بہتانوں کے مقابل پر خاموش رہوں۔ اسی وجہ سے ان لوگوں کی اوباشانہ باتوں کے مقابل پر ہمیشہ میں نے اور میری جماعت نے خاموشی اختیار کی۔ ایک منصف غور کرسکتا ہے کہ یہ کس قدر دل دکھانے والا طریق تھا کہ اس محمد حسین مولوی نے محمد بخش جعفر زٹلی اپنے دوست کے ذریعہ سے یہ اشتہار میری نسبت دیا کہ اس شخص کی بیوی اس کی جماعت سے آشنائی یعنی ناجائز تعلق رکھتی ہے مگر میں اس بہتان کے سننے سے خاموش رہا۔ پھر ایک دوسرے اشتہار میں لکھا کہ سنا ہے کہ یہ شخص مر گیا اور اس کا گوشت کتوں نے کھایا میں نے پھر بھی صبر کیا۔ پھر میری نسبت لکھا کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ اس کی بیوی آوارہ ہو کر محمد بخش جعفر زٹلی سے نکاح کرے گی اور محمد حسین نکاح پڑھے گا۔ پھر بھی میں نے صبر کیا۔ پھر ایک اور اشتہار میں مجھے ایک ریچھ قرار دے کر ایک تصویر ریچھ کی بنائی اور اس کے گلے میں رسہ ڈالا اور ساتھ اس کے گالیاں لکھیں۔ اور پھر ایک اور اشتہار میں یہ الہام ظاہر کیا کہ یہ شخص قید ہو جائے گا اور کوڑھی ہو جائے گا۔ اور پھر اسی محمد حسین نے **اشاعة السنه** میں ایک جگہ لکھا کہ یہ شخص خونی ہے بدکار ہے اور باغی ہے۔ ان تمام اشتہارات کے بعد ان لوگوں نے بار بار مباہلہ کی درخواست کی اور ان درخواستوں میں بھی گالیاں دیں۔ آخر نرمی اور ملائمت سے میری طرف سے ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کا اشتہار نکلا جس کا صرف یہ مطلب تھا کہ خدا ہم دونوں میں سے جھوٹے کو **ذلیل** کرے۔ مگر الہام میں ذلت کے ساتھ مثل کی شرط رکھی گئی ہے۔

غرض جو کچھ مجھ میں اور ان میں آج تک واقع ہوا اس کی یہی کیفیت تھی جو میں نے بیان کی اور محمد حسین اور محمد بخش جعفر زٹلی کے تمام گندے اشتہار میرے پاس موجود ہیں جن کا مضمون بطور خلاصہ اس رسالہ میں لکھ دیا گیا ہے۔ اور ان کی تاریخ طبع مع نام مطبع ذیل میں لکھتا ہوں۔

اوردر پردہ وہ سب کارروائی خود محمد حسین نے کی اوراس اپنی کارروائی سے وہ لوگوں کواطلاع بھی دیتا رہاہے اوراپنے رسالوں میں بھی شیخی کے طور پر یہ کام اپنی طرف منسوب کرتا رہا ہے اور یہ تمام اشتہارات جونہایت چالاکی اور بدزبانی سے ایک سال سے یا کچھ زیادہ عرصہ سے محمد حسین شائع کر رہا ہے یہ نہایت اوباشانہ طریق سے گندے سے گندے پیرایہ میں لکھے جاتے ہیں اوران اشتہاروں میں کوئی پہلو میری بےعزتی اور بےآبروئی کا اٹھانہیں رکھا اورمیرے تمام ننگ وناموس کوخاک میں ملانا چاہاہے اورایسی گندی اورناپاک تہمتوں پر مشتمل ہیں کہ میں گمان نہیں کرسکتا کہ اس سختی اور بےشرمی کا برتاؤ کبھی ذلیل سے ذلیل قوم کے آدمی نے کسی اپنے مخالف کے ساتھ کیا ہو۔ان اشتہارات میں سے جو۱۲؍اگست ۱۸۹۸ء کا اشتہار ہے جو مطبع تاج الہند میں چھپاہے ایساہی ایک دوسرا اشتہار جو۲۵؍ستمبر۱۸۹۸ء میں مطبع فخرالدین پریس لاہور میں طبع ہواہے اورایساہی ایک تیسرا اشتہاراور ضمیمہ ۱۱؍جون ۱۸۹۷ء کا جو اسی مطبع میں طبع ہواہے ان چاروں کانمونہ کے طور پر کسی قدر مضمون اس جگہ درج کرتاہوں تا حکام کومعلوم ہو کہ کہاں تک میری ذلت کاارادہ کیاگیاہے اورنہ ایک ماہ نہ دو ماہ بلکہ ایک سال سے ایسے گندے اشتہار جاری کررہے ہیں جن کے متواتر زخموں کے بعد☆ مجھے اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء لکھنا پڑا۔جس میں جھوٹے کی ذلت خدا تعالیٰ سے طلب کی ہے اور محمد حسین کے یہ چاروں اشتہار جو جعفر زٹلی کے نام پر نکالے گئے مجھے بےعزت کرنے کے لئے ان میں نہایت سخت اور گندے اورناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں۔یعنی میری نسبت یہ لکھا ہے کہ ”اس شخص کی جورو کی اس کے بعض مریدوں سے آشنائی ہے“ اور پھر ٹھٹھے سے اپنے تئیں ملہم قرار دے کر میری نسبت لکھا ہے کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ ”اس شخص کی جورو محمد بخش جعفر زٹلی سے

﴿۱۶﴾

☆ یہ اشتہار مباہلہ ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء اس وقت تک شائع نہیں کیا جب تک کہ کئی اشتہار بدرخواست مباہلہ ان لوگوں کی طرف سے متواتر میرے پاس نہیں پہنچے۔چنانچہ علاوہ ان اشتہارات کے ایک چٹھی جعفر زٹلی مورخہ ۱۹؍نومبر ۱۸۹۸ء اور پانچ اشتہارات متواتر یکے بعد دیگرے مباہلہ کی درخواست کے متعلق محمد حسین نے آپ شائع کرائے ہیں۔منہ

(۱۰) بیوی صاحبہ کے کپڑا خریدنے پر اعتراض

حضرت صاحب کی بی بی تبدیل آب و ہوا کے لئے ایک مرتبہ لاہور تشریف
لے جاتی ہیں۔ قادیان اس وقت بالکل ایک گاؤں تھا۔ کوئی کام کا کپڑا نہ ملتا
تھا۔ حضرت صاحب لاہور کے کسی دوست کو خط لکھتے ہیں کہ وہ "بعض چیزیں
پارچات وغیرہ خریدیں گی"۔ اس میں ان کے ساتھ ہو کر خرید کروا دیں۔ فرمائیے
اس میں کیا قیامت آگئی۔ آخر مومن کی شان کیا اس امر کی متقاضی ہے۔ کہ ان
کی بیویاں برہنہ پڑی پھریں۔ مگر مولوی حبیب اللہ اس پر بھی معترض ہیں
کیوں؟ یہ انہیں خود ہی علم ہوگا۔ ہماری تو سمجھ سے باہر ہے۔

(۱۱) عید پر گوٹے والی قمیض خریدنے پر اعتراض

عید آتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی صاحبزادی مبارکہ بیگم اس وقت
چھوٹی سی ہیں۔ وہ عید پر ایک گوٹے والی قمیض کی تمنا کرتی ہیں۔ اُن کی
والدہ کے اصرار پر حضرت صاحب ایک دوست کو لاہور خط لکھتے ہیں۔ کہ
مبارکہ میری لڑکی کے لئے ایک قمیض ریشمی یا جالی کی جو چھ روپے قیمت سے
زیادہ نہ ہو اور گوٹہ لگا ہوا ہو۔ عید سے پہلے تیار کرا کے بھیجدیں"۔ آخر اس
میں اعتراض کی کونسی بات ہے۔ کیا عورت کے لئے ریشمی یا گوٹہ والی قمیض پہننا
منع ہے۔ کیا بخاری و مسلم کی حدیث مولوی صاحب کو بھول گئی۔ جس میں لکھا
ہے۔ کہ حضرت علی فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے مجھے ایک ریشمی جوڑا دیا۔
پھر میں اس کو پہن کر نکلا۔ تو میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار دیکھے۔
پھر میں نے اس کو اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔ عن علی بن ابی طالب

Page 30

میرے سامنے مگر ایک فاصلہ پر ایک شیر بیٹھا ہے میں اسے دیکھ کر کانپ گیا لیکن میں نے جی میں ہی اپنے آپ کو ملامت کی کہ یہ میرا وہم ہے۔ چنانچہ میں نے پھر مرزا صاحب پر توجہ ڈالنی شروع کی تو میں نے دیکھا کہ پھر وہی شیر میرے سامنے ہے اور میرے قریب آ گیا ہے اس پر پھر میرے بدن پر سخت لرزہ آیا مگر میں پھر سنبھل گیا اور میں نے جی میں اپنے آپ کو بہت ملامت کی کہ یونہی میرے دل میں وہم سے خوف پیدا ہو گیا ہے چنانچہ میں نے اپنا دل مضبوط کر کے اور اپنی طاقت کو جمع کر کے پھر مرزا صاحب پر اپنی توجہ کا اثر ڈالا اور پورا زور لگایا۔ اس پر ناگہاں میں نے دیکھا کہ وہی شیر میرے اوپر کود کر حملہ آور ہوا ہے اس وقت میں نے بے خود ہو کر چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ اُٹھا۔ حضرت خلیفہ ثانی بیان فرماتے تھے کہ وہ شخص پھر حضرت صاحب کا بہت معتقد ہو گیا تھا اور ہمیشہ جب تک زندہ رہا آپ سے خط و کتابت رکھتا تھا۔

﴿76﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی محمد اروڑا صاحب مرحوم کپورتھلوی حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر پر کہا کرتے تھے کہ ہم تو آپ کے منہ کے بھوکے تھے۔ بیمار بھی ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ دیکھنے سے اچھے ہو جاتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی صاحب مرحوم پرانے مخلصوں میں سے تھے اور عشاق مسیح موعودؑ میں ان کا نمبر صف اوّل میں شمار ہونا چاہئیے۔

﴿77﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کسی سفر میں تھے۔ سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی۔ آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب جن کی طبیعت غیـــور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جاوے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردہ کا قائل نہیں ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری

طرف آئے میں نے کہا مولوی صاحب! جواب لے آئے؟۔

﴿78﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جن دنوں میں ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار تھا

کے سامان نہ تھے۔ ہم جَو کوٹ کاٹ کر اس کی روٹی بناتے اور وہی رسول کریم ﷺ کو کھلا دیتے۔ آج اگر آپؐ زندہ ہوتے تو ایسی روٹی آپ کو کھلاتے۔ ۵؎ گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بقیہ زندگی میں اگر کوئی چیز لطف دینے والی تھی تو وہ رسول کریم ﷺ کا ذکر ہی تھا۔ اور آپ کو ساری زندگی میں یہی خواہش رہی کہ کاش رسول کریم ﷺ کے آرام و آسائش کے لئے آپ مزید قربانی کا موقع پاسکتیں۔

یہ خدا کا چنا ہوا جوڑا تھا جسے ایسی برکت حاصل ہوئی۔ اسی طرح اس زمانہ میں ایک جوڑا بابرکت ہوا جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے چنا۔ آپؑ کو خدا تعالیٰ نے شادی سے پیشتر اس شادی کے بابرکت ہونے کی اطلاع الہام کے ذریعہ دی۔ اس خاندان کے بابرکت ہونے کی خبر دی اور پھر فرمایا یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ۔ ۶؎ یہ شادی کی طرف ہی اشارہ تھا۔ اس میں بتایا گیا کہ جیسے آدم کے لئے جنت تھی اسی طرح تیرے لئے بھی جنت ہے مگر اس حوا نے تو آدم کو جنت سے نکلوایا تھا لیکن یہ حوا جنت کا موجب ہوگی۔

مجھے خوب یاد ہے اس وقت تو برا محسوس ہوتا تھا لیکن اب اپنے زائد علم کے ماتحت اس سے مزا آتا ہے۔ اس وقت میری عمر بہت چھوٹی تھی مگر یہ خدا کا فضل تھا کہ باوجودیکہ لکھنے پڑھنے کی طرف توجہ نہ تھی۔ جب سے ہوش سنبھالی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کامل یقین اور ایمان تھا۔ اگر اس وقت والدہ صاحبہ کوئی ایسی حرکت کرتیں جو میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کے شایاں نہ ہوتی تو میں یہ نہ دیکھتا کہ ان کا میاں بیوی کا تعلق ہے اور میرا ان کا ماں بچہ کا تعلق ہے بلکہ میرے سامنے پیر اور مرید کا تعلق ہوتا حالانکہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کچھ نہ مانگتا تھا۔ والدہ صاحبہ ہی میری تمام ضروریات کا خیال رکھتی تھیں۔ باوجود اس کے والدہ صاحبہ کی طرف سے اگر کوئی بات ہوتی تو مجھے گراں گزرتی۔ مثلاً خدا کے کسی فضل کا ذکر ہوتا تو والدہ صاحبہ کہتیں میرے آنے پر ہی خدا کی یہ برکت نازل ہوئی ہے۔ اس قسم کا فقرہ میں نے والدہ صاحبہ کے منہ سے کم از کم سات آٹھ دفعہ سنا اور جب بھی سنتا گراں گزرتا۔ میں اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی سمجھتا لیکن اب درست معلوم ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس فقرہ سے لذت پاتے تھے کیونکہ وہ برکت اسی الہام کے ماتحت ہوتی کہ یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ۔ ایک آدم تو نکاح کے بعد جنت سے نکالا گیا تھا لیکن اس زمانہ کے آدم کے

﴿432﴾ **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم**۔مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مَیں کسی وجہ سے اپنی بیوی مرحومہ پر کچھ خفا ہوا جس پر میری بیوی نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بڑی بیوی کے پاس جا کر میری ناراضگی کا ذکر کیا اور حضرت مولوی صاحب کی بیوی نے مولوی صاحب سے ذکر کر دیا۔اس کے بعد میں جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سے ملا تو انہوں نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ''مفتی صاحب آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں ملکہ کا راج ہے''۔بس اس کے سوا اور کچھ نہیں کہا مگر میں ان کا مطلب سمجھ گیا۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے یہ الفاظ عجیب معنی خیز ہیں کیونکہ ایک طرف تو ان دنوں میں برطانیہ کے تخت پر ملکہ وکٹوریا متمکن تھیں اور دوسری طرف حضرت مولوی صاحب کا اس طرف اشارہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خانگی معاملات میں حضرت ام المومنین کی بات بہت مانتے ہیں اور گویا گھر میں حضرت ام المومنین ہی کی حکومت ہے،اور اس اشارہ سے مولوی صاحب کا مقصد یہ تھا کہ مفتی صاحب کو اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کرتے ہوئے محتاط رہنا چاہیے۔

﴿433﴾ **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم**۔مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام کے ساتھ بہت بے تکلف رہتے تھے۔جس کے نتیجہ میں خدام بھی حضور کے ساتھ ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے بے تکلفی سے بات کر لیتے تھے چنانچہ ایک دفعہ میں لاہور سے حضور کی ملاقات کیلئے آیا اور وہ سردیوں کے دن تھے اور میرے پاس اوڑھنے کیلئے رضائی وغیرہ نہیں تھی میں نے حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ حضور رات کو سردی لگنے کا اندیشہ ہے حضور مہربانی کر کے کوئی کپڑا عنائت فرماویں۔حضرت صاحب نے ایک ہلکی رضائی اور ایک دُھسا ارسال فرمائے اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ رضائی محمود کی ہے اور دُھسا میرا ہے۔آپ ان میں سے جو پسند کریں رکھ لیں اور چاہیں تو دونوں رکھ لیں۔میں نے رضائی رکھ لی اور دُھسا واپس بھیج دیا نیز مفتی صاحب نے بیان کیا کہ جب میں قادیان سے واپس لاہور جایا کرتا تھا تو حضور اندر سے میرے لئے ساتھ لے جانے کے واسطے کھانا بھجوایا کرتے تھے۔

صاحب کے پاس جاتا تھا۔تو وہ اسے ایسا پکڑتے تھے۔کہ وہ خودبھی ڈوبنے لگتا تھا۔اس طرح مولوی صاحب نے کئی غوطے کھائے۔آخر شاید قاضی امیر حسینؓ صاحب نے پانی میں غوطے لگا لگا کر نیچے سے اُن کو کنارے کی طرف دھکیلا۔تب وہ باہر آئے۔جب مولوی صاحب حضرت صاحبؑ سے اس واقعہ کے بعد ملے تو آپؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔مولوی صاحب آپ گھڑے کے پانی سے ہی نہا لیا کریں۔ڈھاب کی طرف نہ جائیں۔پھر فرمایا کہ میں بچپن میں اتنا تیرتا تھا کہ ایک وقت میں ساری قادیان کے اردگرد تیر جاتا تھا۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ برسات کے موسم میں قادیان کے اردگرد اتنا پانی جمع ہو جاتا ہے کہ سارا گاؤں ایک جزیرہ بن جاتا ہے۔

﴿289﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ جاننے کے لئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے گھر والوں کے ساتھ کیسا معاملہ تھا۔مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم مغفور کی تصنیف سیرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ ذیل فقرات ایک عمدہ ذریعہ ہیں۔مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

''عرصہ قریب پندرہ برس کا گذرتا ہے۔جبکہ حضرت صاحب نے بارِ دیگر خدا تعالیٰ کے امر سے معاشرت کے بھاری اور نازک فرض کو اُٹھایا ہے۔اس اثنا میں کبھی ایسا موقع نہیں آیا کہ خانہ جنگی کی آگ مشتعل ہوئی ہو۔وہ ٹھنڈا دل اور بہشتی قلب قابل غور ہے۔جسے اتنی مدت میں کسی قسم کے رنج اور تنغّص عیش کی آگ کی آنچ تک نہ چھوئی ہو اس بات کو اندرون خانہ کی خدمت گار عورتیں جو عوام الناس سے ہیں۔اور فطری سادگی اور انسانی جامہ کے سوا کوئی تکلّف اور تصنّع زیرکی اور استنباطی قوت نہیں رکھتیں بہت عمدہ طرح محسوس کرتی ہیں۔وہ تعجب سے دیکھتی ہیں۔اور زمانہ اور گردوپیش کے عام عرف اور برتاؤ کے بالکل برخلاف دیکھ کر بڑے تعجب سے کہتی ہیں۔اور میں نے بارہا انہیں خود حیرت سے کہتے ہوئے سُنا ہے۔ کہ ''مرجا بیوی دی گل بڑی مَن دا اے''

............اس بدمزاج دوست کا واقعہ سن کر آپ معاشرت نسواں کے بارے میں دیر تک گفتگو فرماتے رہے اور آخر میں فرمایا۔کہ میرا یہ حال ہے۔کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں

بیعت کی تھی۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ آپ نے کب بیعت کی؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا میرے متعلق مشہور ہے کہ میں نے بیعت سے توقف کیا اور کئی سال بعد بیعت کی۔ یہ غلط ہے بلکہ میں کبھی بھی آپ سے الگ نہیں ہوئی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہی اور شروع سے ہی اپنے آپ کو بیعت میں سمجھا اور اپنے لئے باقاعدہ الگ بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ابتدائی بیعت کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسیحیت اور مہدویت کا دعویٰ نہ تھا بلکہ عام مجددانہ طریق پر آپ بیعت لیتے تھے۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ حضرت مولوی صاحب کے علاوہ اور کس کس نے پہلے دن بیعت کی تھی؟ والدہ صاحبہ نے میاں عبداللہ صاحب سنوری اور شیخ حامد علی صاحب کا نام لیا۔

﴿21﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعویٰ مسیحیت شائع کرنے لگے تو اس وقت آپ قادیان میں تھے آپ نے اس کے متعلق ابتدائی رسالے یہیں لکھے پھر آپ لدھیانہ تشریف لے گئے اور وہاں سے دعویٰ شائع کیا۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا دعویٰ شائع کرنے سے پہلے آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں ایسی بات کا اعلان کرنے لگا ہوں جس سے ملک میں مخالفت کا بہت شور پیدا ہوگا۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا اس اعلان پر بعض ابتدائی بیعت کرنے والوں کو بھی ٹھوکر لگ گئی۔

﴿22﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں میر حامد شاہ صاحب کے مکان پر تھے اور سورہے تھے میں نے آپ کی زبان پر ایک فقرہ جاری ہوتے سنا۔ میں نے سمجھا کہ الہام ہوا ہے پھر آپ بیدار ہوگئے تو میں نے کہا کہ آپ کو یہ الہام ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تم کو کیسے معلوم ہوا؟ میں نے کہا مجھے آواز سنائی دی تھی۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ الہام کے وقت آپ کی کیا حالت ہوتی تھی؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا چہرہ سرخ ہوجاتا تھا اور ماتھے پر پسینہ آجاتا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مکان کے چھوٹے صحن میں (یعنی جو والدہ صاحبہ کا موجودہ صحن ہے) ایک لکڑی کے تخت پر تشریف رکھتے تھے غالباً صبح یا شام کا وقت تھا

اس درد بھری تقریر پر سب نے بالاتفاق درد مند دل کے ساتھ عرض کیا۔ کہ ہم آپ کے سبھی احکام مانیں گے آپ ہمارے امیر بنیں اور ہمارے مسیحؑ کے جانشین ہوں۔ چنانچہ اسی جگہ بارہ سو کے قریب احمدیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور یوں قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا۔ مردوں کی بیعت کے بعد مستورات نے بھی بیعت خلافت کی اور سب سے اول بیعت کنندہ حضرت سیدۃ النساء ام المومنین رضی اللہ عنہا تھیں۔ [۱۱۰]

ڈاکٹر عطر دین صاحب درویش کا بیان ہے کہ میں تدفین کے بعد چودھری فتح محمد صاحب سیال اور شیخ محمد تیمور کے ہمراہ شہر کو واپس آرہا تھا کہ بڑے باغ کے کنویں کے پاس کسی نے پیچھے سے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خلیفہ اولؓ ہیں آپ نے فرمایا میاں عطر دین! کیا محمد علی نے میری بیعت کی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ انہوں نے بیعت کی ہے چنانچہ میں نے اسی وقت اپنے ساتھیوں کو بتادیا کہ حضور نے مولوی محمد علی صاحب کے متعلق یہ دریافت فرمایا ہے۔ [۱۱۲]

صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے بیرونی جماعتوں کو اطلاع

غرض کہ پوری جماعت اس وقت حضرت خلیفہ اول کی خلافت پر بالاتفاق جمع ہو گئی اور خواجہ کمال الدین صاحب نے صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے اخبار "الحکم" اور "بدر" میں بیرونی جماعتوں کو اطلاع دی کہ

"آپ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجود قادیان و اقربا حضرت مسیح موعود باجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم الامت نور الدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتمدین میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے۔ مولانا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب۔ صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب جناب نواب محمد علی خان صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب و خلیفہ رشید الدین و خاکسار (خواجہ کمال الدین)......... یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ کے ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح و المہدی کی خدمت بابرکت میں بذات خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں"۔ اس اعلان میں خواجہ صاحب نے بیعت کے الفاظ بھی درج کئے تھے۔ [۱۱۳]

میرے سامنے مگر ایک فاصلہ پر ایک شیر بیٹھا ہے میں اسے دیکھ کر کانپ گیا لیکن میں نے جی میں ہی اپنے آپ کو ملامت کی کہ یہ میرا وہم ہے۔ چنانچہ میں نے پھر مرزا صاحب پر توجہ ڈالنی شروع کی تو میں نے دیکھا کہ پھر وہی شیر میرے سامنے ہے اور میرے قریب آ گیا ہے اس پر پھر میرے بدن پر سخت لرزہ آیا مگر میں پھر سنبھل گیا اور میں نے جی میں اپنے آپ کو بہت ملامت کی کہ یونہی میرے دل میں وہم سے خوف پیدا ہو گیا ہے چنانچہ میں نے اپنا دل مضبوط کر کے اور اپنی طاقت کو جمع کر کے پھر مرزا صاحب پر اپنی توجہ کا اثر ڈالا اور پورا زور لگایا۔ اس پر ناگہاں میں نے دیکھا کہ وہی شیر میرے اوپر کود کر حملہ آور ہوا ہے اس وقت میں نے بے خود ہو کر چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ اُٹھا۔ حضرت خلیفہ ثانی بیان فرماتے تھے کہ وہ شخص پھر حضرت صاحب کا بہت معتقد ہو گیا تھا اور ہمیشہ جب تک زندہ رہا آپ سے خط و کتابت رکھتا تھا۔

﴿76﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی محمد اروڑا صاحب مرحوم کپورتھلوی حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر پر کہا کرتے تھے کہ ہم تو آپ کے منہ کے بھوکے تھے۔ بیمار بھی ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ دیکھنے سے اچھے ہو جاتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی صاحب مرحوم پرانے مخلصوں میں سے تھے اور عشاق مسیح موعودؑ میں ان کا نمبر صف اوّل میں شمار ہونا چاہئیے۔

﴿77﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کسی سفر میں تھے۔ سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی۔ آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب جن کی طبیعت غیــور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جاوے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردہ کا قائل نہیں ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری

نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رداء کو مجھ سے چھین لے۔

اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت حق کس کا ہے؟ ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے جو میرے آقا اور محسن کا بیٹا ہے۔ پھر دامادی کے لحاظ سے نواب محمد علی کو کہدیں۔ پھر خسر کی حیثیت سے ناصر نواب صاحب کا حق ہے یا امّ المومنین کا حق ہے جو حضرت صاحب کی بیوی ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو خلافت کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ خلافت کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا حق کسی اور نے لے لیا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ سب کے سب میرے فرمانبردار اور وفادار ہیں اور انہوں نے اپنا دعویٰ ان کے سامنے پیش نہیں کیا....... مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود۔ بشیر۔ شریف۔ نواب ناصر۔ نواب محمد علی خاں کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔

میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں۔ ان کو خدا کی رضا کے لئے محبت ہے۔ بیوی صاحبہ کے منہ سے بیسیوں مرتبہ میں نے سنا ہے کہ میں تو آپ کی لونڈی ہوں...... میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ وہ سچا فرماں بردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرماں بردار نہیں۔ مگر نہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرماں بردار ہے اور ایسا فرماں بردار کہ تم (میں سے) ایک بھی نہیں۔ جس طرح علیؓ۔ فاطمہؓ۔ عباسؓ نے ابو بکرؓ کی بیعت کی تھی اس سے بھی بڑھ کر مرزا صاحب کے خاندان نے میری

کہ معلوم ہوتا ہے کہ دروازہ ٹوٹ جائیگا۔ اور ان کی دستک وارنٹ کے پیادہ کی طرح سخت ہوتی ہے۔ حالانکہ تصنیف کے کام میں جتنی توجہ اور یکسوئی کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ بڑی محنت کے بعد ایک بات ذہن میں قائم کی جاتی ہے۔ جو یکدم دماغ سے ان دستکوں کی وجہ سے نکل جاتی ہے۔ اور دروازہ کھولکر دیکھا جاتا ہے۔ تو ایک رقعہ ملتا ہے کہ میرے لئے دعا کرو۔ یہ کوئی اہم بات نہیں تھی۔ کیونکہ یہ رقعہ ظہر یا عصر کے وقت بھی دیا جا سکتا تھا۔ بعض دفعہ کام کی وجہ سے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ تو آدھ آدھ گھنٹے تک دستک دیتے رہتے ہیں۔ اسوقت اس دستک کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ شخص سمجھتا ہے کہ میں اندر نہیں ہوں۔ تو پھر اتنی دیر تک دستک دینے کے کیا معنے ہیں اور اگر وہ سمجھتا ہے۔ کہ میں ہوں۔ اور کسی وجہ سے نہیں بولتا تو پھر اتنی دیر تک دستک دینے سے کیا فائدہ۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی بچہ ہوتا ہے۔ جو تماشے کے طور پر کھٹکھٹا رہا ہوتا ہے۔ حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ دستک کے ساتھ آواز دے۔ اور السلام علیکم کہے اور بتائے۔ کہ میں فلاں ہوں۔ اور اس آواز سے وہ شناخت ہو جاتا ہے۔ اور پتہ لگ جاتا ہے کہ فلاں شخص ہے جس کو ہم نے بلایا تھا یا جس سے ملنا ضروری ہے۔ تین دفعہ ایسا کرے۔ اگر جواب نہ ملے۔ تو واپس چلا جائے۔ اور یہ ہر ایک مسلمان کے لئے حکم ہے۔ رسول اور اس کے خلفاء کے لئے جو ایسا نہ کرے۔ وہ لایعقل ہوتا ہے

افسروں کو ہدایت

اس غلطی میں افسروں کا بھی دخل ہے دفتروں کے چپراسی جب آتے ہیں تو وہ اسی طرح دستک دیتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ وہ چپراسیوں کو سمجھائیں کہ وہ جب آئیں۔ تو دستک دیکر السلام علیکم کہیں۔ اور ان کو بھیجیں بھی اسوقت جس وقت کوئی نہایت ضروری کام ہو۔ اب جو چپراسی آتے ہیں۔ دستک دے جاتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کیا کام ہے۔ تو خاموش رہتے ہیں۔ چاہیئے اگر ضروری کاغذ ہو۔ تو اسوقت بھیجا جائے۔ اور لانے والا بتائے کہ فلاں کام ہے۔

چونکہ تصنیف کا کام اتنا اہم ہوتا ہے۔ کہ اس میں پوری توجہ کی ضرورت ہے۔ اور سانس بھی دبانا پڑتا ہے عام طور پر ایک منٹ میں ایک شخص اٹھارہ سانس لیتا ہے۔ مگر میرے قریباً نصف رہ گئے ہیں۔ یعنی دس یا گیارہ سانس اسوقت یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ سانس لینا بھی برا معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے یہ کام پورے انہماک اور توجہ کو چاہتا ہے۔ لیکن یہاں دس منٹ بھی توجہ سے بیٹھنے نہیں دیا جاتا۔ اور دیکھا گیا ہے۔ کہ ۹۰ فیصدی جو لوگ دستک دیتے ہیں۔ وہ فضول ہوتی ہے۔ اور دعا کے رقعہ دینے والے بھی معمولی رقعے دیتے ہیں۔ اگر کوئی خاص تکلیف ہو۔ اور اسوقت ملنا ضروری ہو۔ تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ مخلوق کی ہمدردی کے لئے ایسا کرنا ثواب کا باعث ہے اسی طرح اگر اہم کام ہو۔ تو افسر آئیں۔ اگر ان کا آنا ضروری ہو۔ ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ اسی سورۃ میں ان کے لئے اجازت ہے۔ کہ اکثر لایعقل ہوتے ہیں۔ یعنے جن کو ضرورت کے لئے ایسا کرنا پڑتا ہے ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ورنہ ایسے رقعے یونہی ہوتے ہیں۔ یا بعض لوگ آتے ہیں۔ اور الگ ملتے ہیں اور اس وقت کوئی مسئلہ پوچھتے ہیں۔ اسوقت افسوس آتا ہے۔ کہ انھوں نے الگ ہو کر کیوں پوچھا۔ اگر مجلس میں پوچھتے۔ تو دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا۔ علیحدگی میں اس بات کے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو مجلس میں بیان نہ کی جا سکتی ہو۔ اگر مجلس میں پوچھیں تو ان کو پوچھنے کی عادت ہو جائے۔ اور دوسروں کو فائدہ پہنچ جائے ؂

یہ ہدایتیں ہیں۔ ان کا مدنظر رکھنا ضروری ہے تمدن ترقی کے لئے ضروری اور تمدن کا اعلیٰ درجہ کا ہونا بھی لازمی ہے۔ چاہیئے کہ ہمارا تمدن اعلیٰ ہو ؂

اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کو ہر قسم کی خوبیاں حاصل کرنے اور قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ؂

آمین -

چند سوالات کے جواب

(از جناب حافظ روشن علی صاحب)

پہلا سوال :- تصویر کھینچنا یا کھنچوانا یا معزز جگہ رکھنا بر شرع شریعت اسلامی کیسا ہے ؟

جواب - تصویر کے متعلق احادیث صحیحہ میں ممانعت آئی ہے۔ کہ نہ تو گھر میں رکھی جائے۔ اور نہ بنائی جائے لیکن اس حدیث کو اگر اس کے اطلاق پر محمول کریں۔ تو دقت سے خالی نہیں۔ کیونکہ اگر اس حدیث کی رو سے ہر قسم کی تصاویر ممنوع ہو جائیں۔ تو ایک مسلمان اس زمانہ میں اپنے گھر میں نہ تو انگریزی کتاب رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ عام طور پر ان میں تصاویر ہوتی ہیں۔ نہ کوئی اخبار رکھ سکتا ہے نہ روپیہ پیسہ رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ ان پر بھی ہمارے بادشاہ سلامت کی تصویر ہوتی ہے۔ نہ ڈاک خانہ کا ٹکٹ رکھ سکتا ہے۔ اس طرح موجودہ زمانہ کی اکثر چیزیں چھوڑنی پڑتی ہیں۔ جس سے زندگی دوبھر ہو جاویگی۔ اس لئے اس قسم کی حدیثوں کو ہم مقید کرتے ہیں۔ کہ صرف وہ تصویریں گھر میں رکھنی ممنوع ہیں۔ جن کی پرستش کی جاتی ہے۔ مثلاً مسیح ناصری علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم کی تصویر یا کسی اور دیوی کی تصویر جس کی لوگ پرستش کرتے ہیں۔ اس طرح پر موجودہ زمانہ میں [illegible] جائز ہے۔ جیسا ہی اس کو گھر میں رکھنا جائز ہے ؂

دوسرا سوال :- ایک مسلمان کتنی لونڈیاں رکھ سکتا ہے۔ اور کیا بغیر نکاح ان سے جماع کر سکتا ہے ؟

جواب :- لونڈیوں کے متعلق شریعت اسلام نے کوئی حدبندی نہیں کی۔ جتنی رکھ سکتا ہے۔ رکھے۔ اور بغیر نکاح کے ان کے قریب جا سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :- والذین ھم لفروجھم حٰفظون الا علےٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم (المعارج) یعنے مومن وہ ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے حفاظت نہیں کرتے۔ اس آیت میں صاف طور پر لونڈیوں سے بغیر نکاح کے خلوت میں ہونے کی اجازت نکلتی ہے۔ کیونکہ اسجگہ

جو لونڈی کا ذکر ہے۔ اگر اس سے مراد منکوحہ لونڈی ہو۔ تو وہ تو ازواج میں شامل ہو جاویگی۔ حالانکہ خدا نے ازواج اور لونڈیوں کا ذکر الگ الگ کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ اسجگہ لونڈی سے مراد وہ ہیں۔ جو ازواج سے خارج ہیں۔ علاوہ بریں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک لونڈی بنام ماریہ قبطیہ مقوقس کی طرف سے بطور تحفہ ملی تھی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے خلوت کی تھی بغیر نکاح کے۔ اس سے بھی معلوم ہوا۔ کہ بغیر نکاح کے لونڈی سے صحبت ہو سکتی ہے اب میں وجہ بتاتا ہوں کہ لونڈی سے نکاح کیوں نہیں ہو سکتا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ لونڈی اس عورت کو کہتے ہیں۔ جس کے جسم کا کوئی شخص مالک ہو۔ ایسی عورت کو اپنے متعلق کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ تمام اختیارات کا مالک اس کا سید ہوتا ہے۔ اور نکاح میں ایجاب و قبول شرط ہیں۔ یعنی نکاح اسوقت منعقد ہو سکتا ہے۔ جب طرفین اس کو اپنے متعلق واجب اور قبول کر لیں۔ دوسرے لفظوں میں اس کا یہ مطلب ہوا کہ نکاح اسی سے کر سکتے ہیں۔ جس کو ایجاب و قبول کا اختیار ہو۔ اب جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ لونڈی کو اپنے متعلق کسی قسم کا اختیار اپنے متعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ قابل نکاح ہی نہیں اسلئے سید یعنی مالک کو اجازت ہے کہ وہ بغیر نکاح کے اس کے پاس جائے۔ کیونکہ وہ اس عورت کا مالک ہے۔ تو وہ اس کی شرمگاہ کا بھی مالک ہے ۔

تیسرا سوال:- وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ الخ اگر مرزا صاحب علیہ السلام نبی ہیں تو آپ کس قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور کیا آپ نے اپنی قوم کو اسی زبان میں تبلیغ کی ؟

جواب:- جس طرح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کی طرف مبعوث ہوئے۔ لیکن چونکہ عرب میں مبعوث ہوئے تھے آپ نے عربی زبان میں تبلیغ کی۔ اسی طرح حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام مبعوث تو ہوئے تمام دنیا کی طرف اور کل دنیا کی اقوام آپ کی قوم ہے۔ لیکن چونکہ آپ انڈیا میں مبعوث ہوئے۔ اور انڈیا کی زبانوں میں سے چونکہ اردو زیادہ سمجھی جاتی ہے اسلئے آپ نے اردو میں زیادہ کتابیں اور رسالے لکھے۔ اور آپ نے اسی زبان میں تبلیغ کے کام کو سرانجام دیا اور چونکہ مذہبی زبان عربی تھی۔ اس لئے عربی میں کتابیں لکھیں۔ اور آبائی زبان فارسی تھی۔ اسلئے اسمیں بھی تصانیف کیں ۔

چوتھا سوال:- مولوی نورالدین صاحب احمدی ہونے سے پہلے کافر تھے یا مسلمان ؟

جواب:- کافر اسلامی اصطلاح میں کسی مامور کے منکر کو کہتے ہیں چونکہ حضرت مولوی صاحب مسیح موعود کے دعویٰ کو سنکر معاً ایمان لے آئے۔ اور انھوں نے نہ انکار کیا اور نہ ہی مقابلہ کیا۔ لہذا آپ مسلمان تھے ۔

پانچواں سوال:- حضرت عیسیٰ کتنی عمر میں نبی ہوئے۔ اور آنحضرت کتنی عمر میں۔ اور کیا مسیح کا نبی کریم سے پہلے بالغ ہونا انکی فضیلت نہیں ہے؟

جواب:- نہ قرآن میں لکھا ہے۔ اور نہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ کس عمر میں حضرت مسیح روحانی طور پر بالغ ہوئے۔ حدیث میں تو صرف یہ ذکر ہے کہ انکی عمر ۱۲۰ سال کی ہوئی اور بس۔ باقی انجیل میں لکھا ہے کہ تیس سال میں آپ بالغ ہوئے۔ ہم چونکہ موجودہ انجیل کو محرف مبدل مانتے ہیں اسلئے انجیل ہماری نظر میں قطعاً قابل حجت نہیں۔

اور علاوہ ازیں جسمانی زندگی میں پہلے بالغ ہونا کوئی فضیلت نہیں۔ تو روحانی زندگی میں کیونکر فضیلت سمجھی جاویگی بلکہ جلدی بالغ ہونے والے جلدی بوڑھے ہوتے ہیں اسی واسطے مسیح کی تعلیم جلدی مٹی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم تو قیامت تک نہ مٹیگی ۔

چھٹا سوال:- مجددین کے نہ ماننے کے کیا نقصانات ہیں؟

جواب:- مجددین کا کام مذہب کی تجدید ہوتی ہے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو جانے کی وجہ سے جو دل پر ایک قسم کا زنگ لگ جاتا ہے۔ غفلت غالب ہو جاتی ہے۔ اسکو دور کرنے کے لئے مجددین آتے ہیں۔ سو جو شخص مجددین کو نہ مانیگا اس کے قلب کی صفائی اچھی طرح نہیں ہو سکتی۔ اور جو زنگ چڑھا ہوا ہوتا ہے وہ زیادہ بڑھتا جاتا ہے۔ باقی اگر کوئی مجدد مجدد بھی ہو اور بڑے درجہ کا بھی ہو۔ تو اس کے انکار سے کفر لازم آتا ہے

ساتواں سوال:- دنیا کی عمر کتنی ہے اور کتنی باقی ہے ؟

جواب:- اصل میں تو یہ علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں کیونکہ تاریخ قطعاً محفوظ نہیں۔ ہاں تاہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اس زمانہ میں ساتویں ہزار میں ہیں بلحاظ قمری کے عمر سات ہزار ہے ۔

مباحثہ قادیان — صداقت مسیح موعود پر گفتگو

(ہماری غیر احمدی کی نظر میں)

مابین حضرت حافظ روشن علی صاحب و ابو البشارت مولوی جلال الدین صاحب و مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری منجانب غیر احمدیاں

مورخہ ۳۱ جون ۱۹۲۲ء کو مباحثہ مسئلہ نبوت مسیح موعود و حیات و ممات مسیح ناصری پر ہوا بحث مسئلہ نبوت مابین حافظ روشن علی صاحب و مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ۳ گھنٹہ تک رہی۔ اور بحث مسئلہ حیات و ممات مسیح مابین مولوی جلال الدین صاحب مولوی فاضل اور مولوی ثناء اللہ صاحب ۲ گھنٹہ تک رہی۔ اور یہ شرط قرار پائی کہ فریقین قرآن و حدیث سے اپنے اپنے استدلال پیش کرینگے۔ اور قرآن کو مقدم رکھینگے۔ مگر افسوس کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کسی اصولی بات پر نہ آئے۔ اور دیدہ و دانستہ حق پوشی کرنے کیلئے طرح طرح کے حیل سے کام لیتے رہے۔ مگر احمدی مناظرین نے بڑی صفائی سے نبوت مسیح موعود کو ثابت کر دیا۔ اور وفات مسیح کھلے طور پر دلائل قرآنی سے ظاہر کر دی۔ جس کا جواب مولوی ثناء اللہ صاحب ہرگز نہ دے سکے۔ اور قرآنی الفاظ و احادیث کے غلط معانی بیان کرتے رہے چونکہ مولوی صاحب کی تقریر کا اکثر حصہ تمسخر میں گذرتا تھا۔ لہذا میں اس حصہ کو چھوڑ کر اصل مضمون فریقین کے بیان کرتا ہوں جو بطور استدلال کے پیش کئے گئے

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ حدیث میں لانبی بعدی آیا ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ اس امت میں تیس دجال ہونگے جو دعویٰ نبوت کرینگے۔ پس مرزا صاحب (نعوذ باللہ) انہیں میں کے ایک ہیں۔

حافظ صاحب۔ افسوس کہ آپ نے حدیث کو قرآن شریف پر مقدم کر دیا۔ اور آپ قرآن سے کوئی ثبوت نفی نبوت کا پیش نہ کر سکے۔ مگر میں پہلے اثبات نبوت قرآن سے ثابت کرتا ہوں (۱) اما یاتینکم رسل منکم الایہ پ ۶ (۲) اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً ومن الناس الایہ یہاں یاتین اور یصطفی صیغہ مضارع ہے جو حال اور استقبال کیلئے آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ہمیشہ آتے رہینگے (۳) فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین الایہ اگر بذریعہ دعا صراط الذین انعمت علیہم۔ اس امت میں صالح اور شہداء اور صدیق ہو سکتے ہیں۔ تو نبی کیوں نہیں ہو سکتے۔ اگر نبی نہیں ہو سکتے۔ تو النبیین کا جز باطل ٹھہرتا ہے۔ اور حدیث لانبی بعدی کا یہ مطلب ہے کہ شارع نبی نہیں آ سکتا۔ دیکھو مجمع البحار اور فتوحات مکیہ وغیرہ اور لا نفی جنس کا نفی ذات کی ہی نہیں کرتا بلکہ بعض دفعہ نفی صفت کی بھی کیا کرتا ہے مثلاً لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب لا صوم لمن لم یبیت۔ لا دین لمن لا عہد لہ۔ لا ایمان لمن لا امانۃ لہ۔ نماز رکوع میں شامل ہو نے کی ہوتی ہے۔ اور یہ نہیں کہ عہد کے بغیر کوئی دین کا مدعی نہیں۔ اور امانت کے بغیر ہی ایمان حاصل ہوتا ہے بلکہ نفی کمال دین و ایمان کی نفی ہے۔ اور تیس دجال کے متعلق جو کہا ہے یہ محض غلط ہے کیونکہ دجال وہ مدعی نبوت ہے جو آنحضرت کی شریعت کو منسوخ کرے۔ اور آپ کے امتی ہونے سے انکار کرے دوم یہ کہ ایسے مدعیان نبوت حضرت مرزا صاحب سے پہلے گذر چکے اور انکی تعداد پوری ہو چکی ہے دیکھو حج الکرامہ و اکمال الاکمال شرح صحیح مسلم جلد ۷ صفحہ ۲۵۸

کہ پہلے آپ ان کے گھر تشریف لے جائیں پھر انہیں بلائیں۔ حضرت امّاں جان نے اپنے امام کا حکم مانا۔ ان عورتوں سے ملنا شروع کیا اور اس طرح خدا کے فضل سے بہت سی رشتہ دار خواتین احمدی ہوگئیں۔

حضرت امّاں جان کا یہ طریق تھا کہ جب بھی آپ نے کسی دوسرے شہر جانا ہوتا تو حضور سے اجازت لے کر جاتیں اور ایسا ہی حضرت مصلح موعود کے وقت بھی ہوتا رہا۔ حضرت مصلح موعود گو آپ کے بیٹے تھے لیکن ان کے امام جماعتِ احمدیہ بننے کے بعد حضرت امّاں جان نے ان کی اسی طرح عزت اور فرمانبرداری کی جیسا کہ امامِ وقت کی ہونی چاہیے۔

آپ کی مالی قربانیاں

سلسلہ احمدیہ کے لیے آپ نے بہت بڑی بڑی مالی قربانیاں دیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منارۃ المسیح بنانے کی تحریک کی اور آپ نے ایک سو ایک خدام سے فرمایا کہ آپ احباب سو سو روپیہ دیں، لیکن حضرت امّاں جان نے ایک ہزار روپے کا وعدہ لکھوایا اور اپنا دہلی کا ایک مکان بیچ کر یہ رقم ادا کر دی۔

جب حضرت مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے تحریک جدید جاری فرمائی اور چندہ کا اعلان کیا تو حضرت امّاں جان نے اس میں بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور دفتر اوّل میں وفات تک 3142 روپے کا چندہ ادا کیا۔ اس کے علاوہ جو بھی چندہ کی تحریک ہوتی آپ اس میں ضرور حصّہ لیتیں اور اچھی خاصی رقم ادا کرتیں۔ مثلاً سلسلہ کی بیوت الذکر، مشن، لنگر خانہ، دفتر لجنہ اماء اللہ، بیوت الذکر لندن و برلن وغیرہ وغیرہ۔ لنگر خانے کے لیے دیگوں کا مہیا کرنا۔ اخبار الفضل کے لیے امداد۔ غرض کہ کوئی بھی مالی

’’جو اطاعت میری میاں محمود اور حضرت امّاں جان نے کی ہے کسی نے بھی نہیں کی۔‘‘

ایک بار کسی کو بتایا کہ:-

’’حضرت بیوی صاحبہ (یعنی حضرت امّاں جان) نے جو کہ میرے ایسے حالات سے واقف ہیں ایک بار کچھ نقد روپیہ مجھے دیا اور کہا یہ آپ کے کھانے کے لیے ہے۔ ساتھ ہی کچھ رقم لنگر خانہ کے لیے دی اور کہا: لیکن دوسرے حصّے میں سے نہ دیں۔‘‘

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو امامِ وقت کے ساتھ کتنی عقیدت تھی۔ امام جماعت احمدیہ حضرت مولانا نورالدین صاحب آپ کو جو کوئی کام کہتے آپ وہ خود کر دیتیں۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے حضور کے پاس کچھ لڑکے پڑھنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ان میں ایک دیہاتی بھی تھا۔ ایک دن وہ کھانے پر رو پڑا۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ اسے لسّی کی عادت ہے جو اسے ملتی نہیں۔ حضور نے حضرت امّاں جان کو کہلوایا کہ یہ قصّہ ہوا ہے۔ آپ اپنے گھر سے لَسّی بھیج دیا کریں۔ چنانچہ آپ روزانہ اس طالب علم کو لَسّی بھجوا دیا کرتیں۔

ایک بار کچھ لحاف قابلِ مرمت تھے۔ حضور نے صوفی غلام محمد صاحب امرتسری سے فرمایا۔ یہ حضرت امّاں جان کو بھجوا دیں۔ یہ سن کر انہیں بہت رنج ہوا کہ حضرت امّاں جان سے ایسے کام کروائے جا رہے ہیں۔ ان کی جو بُری سی شکل بنی دیکھی تو حضرت صاحب سمجھ گئے اور فرمایا:

’’انہوں نے مجھے کہا ہوا ہے کہ مَیں ان کو کام بتا دیا کروں۔‘‘

حضرت امّاں جان نے اپنے ہاتھ سے لحاف مرمت کر کے بھجوا دیے۔ ایک بار حضور نے آپ سے فرمایا کہ آپ اپنی غیر احمدی رشتہ دار عورتوں سے تعلق پیدا کریں اور مشورہ دیا

خلافت کا احترام اور محبت

حضرت مولوی محمد جی صاحب

حضرت اماں جان اسلامی مساوات کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں ۔زائرات کو اپنی چارپائی اور پاس کے تخت پر بٹھا کر ہر ایک کے حالات دریافت فرماتیں ۔ ہر زائرہ خیال کرتی کہ آپ کو اس سے زیادہ محبت ہے ۔حضرت مولوی صاحبؓ (خلیفۃ المسیح الاول) نے آپ کو فرمایا ہوا تھا کہ صحت افزاء ہوا میں سیر کیا کریں اس مشورہ کی بناء پر ایک دو میل کا چکر آپ لگایا کرتی تھیں اور احمدیوں کے گھروں کو بھی مزید برکت بخشا کرتی تھیں ۔سنت نبویہ ﷺ کے مطابق بچوں سے پیار کرتیں اور خوش طبعی سے ان کو ہنساتیں ۔جب حضرت مولوی صاحب (خلیفۃ المسیح الاولؓ) نے مسندِ خلافت کو زینت دی تو اماں جان نے اطاعت کا قابل رشک نمونہ پیش کیا جس سے مولوی صاحب بہت متاثر ہوئے ۔

ایک دن صوفی غلام محمد صاحب .امرتسری مغفور نے عرض کیا کہ لحاف قابلِ مرمت ہیں ۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا کہ بیوی صاحب (یعنی حضرت اماں جان) کے پاس بھیج دیں وہ درست کر دیں گی ۔صوفی صاحب متردد سے ہو گئے ۔آپؓ نے فرمایا ۔مجھے انہوں نے کہا ہوا ہے کہ میں ان کو کام بتا دیا کروں ۔ چنانچہ اماں جانؓ نے لحاف درست کر کے بھجوا دیئے ...... ۔ حضرت اماں جان کو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے کہا کہ آپ اپنی غیر احمدی رشتہ دار مستورات سے تعلق پیدا کریں (وہ مدت سے تعلق توڑ چکی تھیں) آپ نے مشورہ دیا کہ پہلے آپ ان کے گھروں میں جائیں ۔خدا تعالیٰ نے ان میں سے بہتوں کو احمدیت کی دولت عطا فرمائی ۔[۱۴۴]

مکرم محمود احمد قریشی صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بہت احترام تھا.جب ان کا کوئی خادم دوائی لینے یا کسی دیگر غرض کے لئے آتا ۔آپ سب کام چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ۔آپ کے پاس جو تحائف آتے ۔وہ اکثر حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کی

طرف بھیج دیتے تھے۔ایک مرتبہ آپ نے درسِ عام میں فرمایا۔کسی شخص نے میری بیوی کے لئے اُمّ المومنین کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔یہ غلطی ہے۔بیوی صاحب اُمّ المومنین ہیں۔آپ خلیفہء وقت کی اطاعت کا نمونہ تھیں۔جس کا ذکر حضرت المسیح الا ول رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے۔جب آپ گھوڑے سے گرے۔اور ایک لمبے عرصہ تک بیمار رہے۔صبح کا ناشتہ حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھیجتی تھیں۔اللھم اغفرلھا وارحمھا۔آمین ۱۴۵

حضرت مولوی محمد جی صاحب

حضرت مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حلقہ تدریس میں گوجر طالبعلم تھے۔ایک روز ایک جوان رو پڑا۔اس سے پوچھا گیا۔تو اس نے کہا مجھے لسی نہیں ملتی۔ مولوی صاحب نے اماں جانؓ کو پیغام بھیجا کہ ہمارے شفا خانہ میں روزانہ لسی بھجوا دی جائے۔ حضرت اماں جانؓ تمام گرمی میں بڑا برتن لسی کا بھجواتی رہیں۔۱۴۶

خلافت کا احترام اور محبت

حضرت مولوی محمد جی صاحب

حضرت اماں جان اسلامی مساوات کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں۔زائرات کو اپنی چارپائی اور پاس کے تخت پر بٹھا کر ہر ایک کے حالات دریافت فرماتیں۔ہر زائرہ خیال کرتی کہ آپ کو اس سے زیادہ محبت ہے۔حضرت مولوی صاحبؓ (خلیفۃ المسیح الاول) نے آپ کو فرمایا ہوا تھا کہ صحت افزاء ہوا میں سیر کیا کریں اس مشورہ کی بناء پر ایک دو میل کا چکر آپ لگایا کرتی تھیں اور احمدیوں کے گھروں کو بھی مزید برکت بخشا کرتی تھیں۔سنت نبویہ ﷺ کے مطابق بچوں سے پیار کرتیں اور خوش طبعی سے ان کو ہنساتیں۔جب حضرت مولوی صاحب (خلیفۃ المسیح الاولؓ) نے مسندِ خلافت کو زینت دی تو اماں جان نے اطاعت کا قابل رشک نمونہ پیش کیا جس سے مولوی صاحب بہت متاثر ہوئے۔

ایک دن صوفی غلام محمد صاحب .امرتسری مغفور نے عرض کیا کہ لحاف قابلِ مرمت ہیں۔حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا کہ بیوی صاحب (یعنی حضرت اماں جان) کے پاس بھیج دیں وہ درست کر دیں گی۔صوفی صاحب متردد سے ہو گئے۔آپؓ نے فرمایا۔مجھے انہوں نے کہا ہوا ہے کہ میں ان کو کام بتا دیا کروں۔چنانچہ اماں جانؓ نے لحاف درست کر کے بھجوا دیئے ......۔

حضرت اماں جان کو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے کہا کہ آپ اپنی غیر احمدی رشتہ دار مستورات سے تعلق پیدا کریں (وہ مدت سے تعلق توڑ چکی تھیں) آپ نے مشورہ دیا کہ پہلے آپ ان کے گھروں میں جائیں۔خدا تعالیٰ نے ان میں سے بہتوں کو احمدیت کی دولت عطا فرمائی۔[۱۴۴]

مکرم محمود احمد قریشی صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بہت احترام تھا.جب ان کا کوئی خادم دوائی لینے یا کسی دیگر غرض کے لئے آتا۔آپ سب کام چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے۔آپ کے پاس جو تحائف آتے۔وہ اکثر حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کی

طرف بھیج دیتے تھے۔ایک مرتبہ آپ نے درسِ عام میں فرمایا۔کسی شخص نے میری بیوی کے لئے اُمّ المومنین کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔یہ غلطی ہے۔بیوی صاحب اُمّ المومنین ہیں۔آپ خلیفہء وقت کی اطاعت کا نمونہ تھیں۔جس کا ذکر حضرت المسیح الاول رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے۔جب آپ گھوڑے سے گرے۔اور ایک لمبے عرصہ تک بیمار رہے۔صبح کا ناشتہ حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھیجتی تھیں۔اللھم اغفرلھا وارحمھا۔آمین ۱۴۵

حضرت مولوی محمد جی صاحب

حضرت مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حلقہ تدریس میں گوجر طالبعلم تھے۔ایک روز ایک جوان رو پڑا۔اس سے پوچھا گیا۔تو اس نے کہا مجھے لسی نہیں ملتی۔مولوی صاحب نے اماں جانؓ کو پیغام بھیجا کہ ہمارے شفاخانہ میں روزانہ لسی بھجوادی جائے۔حضرت اماں جانؓ تمام گرمی میں بڑا برتن لسی کا بھجواتی رہیں۔۱۴۶



بیعت کی تھی۔خاکسار نے دریافت کیا کہ آپ نے کب بیعت کی؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا میرے متعلق مشہور ہے کہ میں نے بیعت سے توقف کیا اور کئی سال بعد بیعت کی۔ یہ غلط ہے بلکہ میں کبھی بھی آپ سے الگ نہیں ہوئی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہی اور شروع سے ہی اپنے آپ کو بیعت میں سمجھا اور اپنے لئے باقاعدہ الگ بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ ابتدائی بیعت کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسیحیّت اور مہدویّت کا دعویٰ نہ تھا بلکہ عام مجددانہ طریق پر آپ بیعت لیتے تھے۔خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ حضرت مولوی صاحب کے علاوہ اور کس کس نے پہلے دن بیعت کی تھی؟ والدہ صاحبہ نے میاں عبداللہ صاحب سنوری اور شیخ حامد علی صاحب کا نام لیا۔

﴿21﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعویٰ مسیحیت شائع کرنے لگے تو اس وقت آپ قادیان میں تھے آپ نے اس کے متعلق ابتدائی رسالے یہیں لکھے پھر آپ لدھیانہ تشریف لے گئے اور وہاں سے دعویٰ شائع کیا۔والدہ صاحبہ نے فرمایا دعویٰ شائع کرنے سے پہلے آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں ایسی بات کا اعلان کرنے لگا ہوں جس سے ملک میں مخالفت کا بہت شور پیدا ہوگا۔والدہ صاحبہ نے فرمایا اس اعلان پر بعض ابتدائی بیعت کرنے والوں کو بھی ٹھوکر لگ گئی۔

﴿22﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں میر حامد شاہ صاحب کے مکان پر تھے اور سو رہے تھے میں نے آپ کی زبان پر ایک فقرہ جاری ہوتے سنا۔میں نے سمجھا کہ الہام ہوا ہے پھر آپ بیدار ہوگئے تو میں نے کہا کہ آپ کو یہ الہام ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تم کو کیسے معلوم ہوا؟ میں نے کہا مجھے آواز سنائی دی تھی۔خاکسار نے دریافت کیا کہ الہام کے وقت آپ کی کیا حالت ہوتی تھی؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور ماتھے پر پسینہ آجاتا تھا۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مکان کے چھوٹے صحن میں (یعنی جو والدہ صاحبہ کا موجودہ صحن ہے) ایک لکڑی کے تخت پر تشریف رکھتے تھے غالباً صبح یا شام کا وقت تھا

اس درد بھری تقریر پر سب نے بالاتفاق درد مند دل کے ساتھ عرض کیا۔ کہ ہم آپ کے سبھی احکام مانیں گے آپ ہمارے امیر بنیں اور ہمارے مسیحؑ کے جانشین ہوں۔ چنانچہ اسی جگہ بارہ سو کے قریب احمدیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور یوں قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا۔ مردوں کی بیعت کے بعد مستورات نے بھی بیعت خلافت کی اور سب سے اول بیعت کنندہ حضرت سیدۃ النساء ام المومنین رضی اللہ عنہا تھیں۔ [۱۱۰]

ڈاکٹر عطردین صاحب درویش کا بیان ہے کہ میں تدفین کے بعد چودھری فتح محمد صاحب سیال اور شیخ محمد تیمور کے ہمراہ شہر کو واپس آرہا تھا کہ بڑے باغ کے کنویں کے پاس کسی نے پیچھے سے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خلیفہ اولؓ ہیں آپ نے فرمایا میاں عطردین! کیا محمد علی نے میری بیعت کی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ انہوں نے بیعت کی ہے چنانچہ میں نے اسی وقت اپنے ساتھیوں کو بتادیا کہ حضور نے مولوی محمد علی صاحب کے متعلق یہ دریافت فرمایا ہے۔ [۱۱۲]

صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے بیرونی جماعتوں کو اطلاع

غرض کہ پوری جماعت اس وقت حضرت خلیفہ اول کی خلافت پر بالاتفاق جمع ہو گئی اور خواجہ کمال الدین صاحب نے صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے اخبار "الحکم" اور "بدر" میں بیرونی جماعتوں کو اطلاع دی کہ

"آپ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجود قادیان و اقربا حضرت مسیح موعود باجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم الامت نور الدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتمدین میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے۔ مولانا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب۔ صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب جناب نواب محمد علی خان صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب و خلیفہ رشید الدین و خاکسار (خواجہ کمال الدین)......... یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ کے ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح و المہدی کی خدمت بابرکت میں بذات خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں"۔ اس اعلان میں خواجہ صاحب نے بیعت کے الفاظ بھی درج کئے تھے۔ [۱۱۳]

ذکرِ حبیب علیہ السلام

روایات جناب حکیم دین محمد صاحب ملٹری اکونٹنٹ

بتوسط صیغہ تالیف و تصنیف قادیان

(۱۰)

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کو ایک مضمون اسلام پر پڑھنے کے لئے آریوں کے سالانہ جلسہ لاہور میں بھیجا۔ (سالانہ جلسہ ختم ہونے کے بعد ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں ۲-۳-۴ دسمبر ۱۹۰۷ء کو روزانہ مغرب کے بعد مختلف نمائندگان مذاہب کی طرف سے "کونسی کتاب الہامی ہے؟" کے موضوع پر مضامین سنائے جاتے رہے۔ مرتب) واپسی پر حضرت اقدس کو یہ معلوم ہوا۔ کہ آریوں نے حضرت اقدس کا مضمون سننے سے قبل (نہیں۔ بلکہ تمام مدعوشدہ نمائندگان کے مضامین پڑھے جانے کے بعد۔ مرتب) جب اپنا مضمون پڑھا۔ تو اس میں حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے متعلق توہین آمیز الفاظ استعمال کئے۔ تو حضرت مولوی صاحب سے بھری مجلس میں فرمایا۔ کہ آپ کیوں وہاں ٹھہرے رہے۔ اور کیوں نہ اٹھ کر چلے آئے۔

(۱۱)

ایک دفعہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب مرحوم و ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب مرحوم ہر دو رخصت پر قادیان آئے ہوئے تھے۔ تو ان دنوں صاحبزادہ میاں مبارک احمد صاحب کو بخار تھا (یہ صاحبزادہ صاحب کی مرض الموت تھی) حضور علیہ السلام نے ہر دو ڈاکٹر صاحبان کو مشورہ کے لئے بلایا میں بھی ڈاکٹر صاحبان کے ساتھ اندر چلا گیا صاحبزادہ صاحب کی چارپائی بیت الدعا سے ملحقہ دالان میں تھی۔ صاحبزادہ صاحب کو اجابت نہ ہوتی تھی۔ اس لئے شیرخشت اندرونی طور پر اور صابون کا جموں بیرونی طور پر تجویز ہوا۔ مگر دوسرے روز صاحبزادہ صاحب کی وفات ہوگئی۔ میں نے دیکھا حضرت اقدس بیماری کے ایام میں علاج میں بڑے منہمک تھے۔ اور دوا اور دعا میں بھی بڑی کوشش فرما رہے تھے۔ مگر وفات کے بعد انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ کر الگ ہو گئے۔ اور حضور علیہ السلام نے ان دنوں ایسی تقریریں فرمائیں۔ جن کا ماحصل یہ تھا۔ کہ مبارک احمد الہام الٰہی کے مطابق پیدا ہوا۔ اور الہام الٰہی کے مطابق ہی وفات پاگیا۔

(۱۲)

ایک دفعہ صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم صاحبہ عزیز مرزا مبارک احمد خفا ہو گئے۔ اور بچپن کی ضد ایسی کی۔ کہ صاحبزادی صاحبہ ہر طرح مناتی تھیں مگر وہ نہ مانتے تھے۔ آخر بی بی صاحبہ حضرت اقدس کے پاس گئیں۔ اور کہا اباجی مبارک مجھ سے خفا ہو گیا ہے۔ مانتا نہیں ضد کرتا ہے حضور علیہ السلام جو اس وقت کسی تصنیف میں معروف تھے۔ انہیں چند اشعار لکھ کر دے دیئے۔ انہوں نے وہ میاں صاحب کے سامنے جا کر پڑھ دیئے۔ سنتے ہی وہ خوش ہو گئے۔

مبارک کو میں نے ستایا نہیں
کبھی میرے دل میں یہ آیا نہیں
میں بھائی کو کیوں کر ستا سکتی ہوں
وہ کیا میری اماں کا جایا نہیں
الٰہی خطا کر دے میری معاف
کہ تجھ بن تو رب البرایا نہیں

(۱۳)

ایک دفعہ سیر کے دوران میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ مٹی کی ہنڈیا میں پکا ہوا کھانا دیگچی کی نسبت بہتر ہوتا ہے نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی مستری لوہے کی ہنڈیا بنائے۔ اور اس میں کھانا پکایا جائے۔ تو اس میں کچھ نہ کچھ فولاد کا جزو ضرور مل جائے گا۔ اس سے کھانا مقوی ہو جائے گا۔

(۱۴)

ایک دفعہ کسی انگریزی خواں دوست نے انگریزی زبان کے متعلق کہا۔ کہ وہ مختصر الفاظ میں زیادہ مطلب ادا کرنے کی اہمیت رکھتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ انگریزی میں میرا پانی کا کیا ترجمہ ہے۔ انہوں نے کہا مائی واٹر حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ مطلب تو عربی میں لفظ مائی سے ادا ہو جاتا ہے۔ (عربی میں مائی کے معنے میرا پانی ہے)

(۱۵)

حضور علیہ السلام کی عادت تھی۔ کہ جب کوئی مہمان بات کرتا۔ توجہ سے سنتے کبھی اس کی بات کو نہ کاٹتے۔ جب وہ کہہ چکتا۔ تو پھر حضور علیہ السلام خود گفتگو شروع فرماتے۔ حضور علیہ السلام کا تکیہ کلام "اصل میں بات یہ ہے" تھا۔ اپنی بات کو اصل میں بات یہ ہے کہہ کر شروع فرماتے۔ تقریر کے وقت ابتدا دھیمی آواز سے ہوتی۔ مگر رفتہ رفتہ خوب بلند ہو جاتی۔

(۱۶)

ایک دفعہ ایک فوٹو گرافر لاہور سے آیا۔ جس کی دوکان انارکلی میں ہے۔ اس سے حضور علیہ السلام نے تعلیم الاسلام ہائی سکول (جہاں اب بورڈنگ مدرسہ احمدیہ ہے مرتب) کے صحن میں (کرسی پر) بیٹھ کر تصویر کھنچوائی۔

(۱۷)

ایک دفعہ کسی امر کے تذکرہ کے ضمن میں فرمایا۔ کہ دعا کے لئے تعلق کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ کہتے ہیں۔ کسی بزرگ کے پاس کوئی شخص جس کا ایک تمسک گم ہو گیا تھا۔ دعا کے لئے آیا۔ اس بزرگ نے اس سے کہا۔ کہ چار آنے کا حلوا لاؤ۔ چنانچہ وہ حلوا لینے گیا۔ حلوائی جب حلوا دینے کے لئے ردی کے کاغذ میں ڈالنے لگا۔ تو اس شخص نے دیکھا۔ کہ وہ ردی کا کاغذ ہی اس شخص کا گمشدہ تمسک ہے۔ اسنے کہا کہ اس پر حلوہ ڈال کر اسے خراب نہ کرنا۔ چنانچہ وہ کسی اور کاغذ پر حلوا ڈلوا کر اس بزرگ کے پاس لایا۔ اور اپنا گمشدہ تمسک مل جانے کا ذکر بھی سنایا

(۱۸)

ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے مولوی محمد احسن صاحب امروہی سے فرمایا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو ایک محبت آمیز خط لکھیں۔ چنانچہ مولوی صاحب نے ایک خط جس کا نام "رقیمۃ الوداد" تھا تبلیغی رنگ میں لکھا۔ اور حضور علیہ السلام کو سنایا۔

(۱۹)

میرے قیام کے دوران میں مرزا فضل احمد صاحب ابن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ ملتان سے قادیان لایا گیا (ملتان میں آپ سب انسپکٹر پولیس تھے۔ وہیں بیمار ہوئے اور وہیں فوت ہوئے) حضرت اقدس کو مخالف رشتہ داروں نے اطلاع دی۔ حضرت اقدس نے کہلا بھیجا۔ کہ جاؤ دفن کر دو۔ حضور علیہ السلام جنازہ میں شامل نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی جماعت کے کسی فرد کو جنازہ میں شامل ہونے کا حکم دیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے مسجد مبارک میں بیٹھے ہوئے تقریر فرمائی تھی۔ جس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ جو خدا تعالیٰ کا نہیں بنتا۔ وہ ہمارا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ آپ سب لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔ ہماری اولاد ہیں۔

فی الصدقات۔"

﴿58﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ تمہارے تایا کے ہاں ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوئے تھے مگر دونوں بچپن میں فوت ہو گئے ۔لڑکی کا نام عصمت اور لڑکے کا نام عبدالقادر تھا۔حضرت صاحب کو اپنے بھائی کی اولاد سے بہت محبت تھی چنانچہ آپ نے اپنی بڑی لڑکی کا نام اسی واسطے عصمت رکھا تھا۔

﴿59﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ بڑی بیوی سے حضرت مسیح موعودؑ کے دو لڑکے پیدا ہوئے ۔اعنی مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد۔حضرت صاحب ابھی گویا بچہ ہی تھے کہ مرزا سلطان احمد پیدا ہو گئے تھے ۔اور ہماری والدہ صاحبہ سے حضرت مسیح موعودؑ کی مندرجہ ذیل اولاد ہوئی ۔عصمت جو ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئی اور ۱۸۹۱ء میں فوت ہوگئی۔بشیر احمد اوّل جو ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۸۸ء میں فوت ہوگیا۔حضرت خلیفہ ثانی مرزا بشیرالدین محمود احمد جو ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے ۔شوکت جو ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئی اور ۱۸۹۲ء میں فوت ہوگئی ۔خاکسار مرزا بشیر احمد جو ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوا ۔مرزا شریف احمد جو ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے ۔مبارکہ بیگم جو ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئیں ۔مبارک احمد جو ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۰۷ء میں فوت ہوگیا۔امۃ النصیر جو ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئی اور ۱۹۰۳ء میں ہی فوت ہوگئی۔امۃ الحفیظ بیگم جو ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئیں ۔سوائے امۃ الحفیظ بیگم کے جو حضرت صاحب کی وفات کے وقت صرف تین سال کی تھیں باقی سب بچوں کی حضرت صاحب نے اپنی زندگی میں شادی کر دی تھی۔

﴿60﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب تم بچے تھے اور شاید دوسری جماعت میں ہو گے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ رفع حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو تم اس وقت ایک چار پائی پر الٹی سیدھی چھلانگیں مار رہے اور قلا بازیاں کھا رہے تھے آپ نے دیکھ کر تبسّم فرمایا اور کہا دیکھو یہ کیا کر رہا ہے پھر فرمایا اسے ایم ۔اے کرانا۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ فقرہ روزمرہ کی زبان میں بے ساختہ نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر غور کریں تو اس میں دو تین پیشگوئیاں ہیں۔